جلد 14 شمارہ 11 اکتوبر 2012ء ذیقعد 1433ھ

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

محبت

اللہ

صداقت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

نگران و سرپرست
محمد صدیق ڈار
توحیدی صاحب
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0300-6493335

ماہنامہ
گوجرانوالہ
فلاحِ آدمیّت

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

مجلس ادارت

خالد مسعود، پروفیسر منیر احمد لودھی
ائیر کموڈور (ر) اعجاز الدین
پیر خان، عتیق احمد عباسی
ایم طالب، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر غلام شبیر شاہد

مدیر	احمد رضا خان 0321-6400942
نائب مدیر	سید رحمت اللہ توحیدی 0333-4552212
معاون مدیر	خالد محمود توحیدی 0300-7374750

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph:055-3862835/055-4005431
فیکس نمبر: +92-55-3736841 ای میل: info@toheedia.net

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے
سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

درسِ قرآن (سورۃ البقرہ آیت نمبر 1تا 4)

سیّد قطب شہیدؒ ترجمہ: مولانا ساجد الرحمٰن صدیقی

الم (1) ذَلِکَ الْکِتَابُ لاَ رَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ (2) الَّذِیْنَ یُؤْمِنُونَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُونَ الصَّلاۃَ وَمِمَّا رَزَقْنَاھُمْ یُنفِقُونَ (3) والَّذِیْنَ یُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَیْکَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِکَ وَبِالآخِرَۃِ ھُمْ یُوقِنُونَ (4)

الف لام میم ۔ یہ اللہ کی ایسی کتاب ہے جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں اس میں پرہیز گاروں کیلئے ہدایت ہے، جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے (اللہ کی راہ) میں خرچ کرتے ہیں ۔نیز ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ پر نازل کیا گیا اور اس پر جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا ۔اور آخرت کا یقین رکھتے ہیں ۔

حروفِ مقطعات

سورۂ بقرہ کی ابتداء حروفِ مقطعات (الف، لام، میم) سے ہوتی ہے اسی طرح قرآن کی 29 سورتوں کی ابتداء میں ایسے حروف استعمال ہوئے ہیں ۔ یہ حروف متشابہات سے تعلق رکھتے ہیں ان حروف کی توجیہات بہت ہیں لیکن یہ قول زیادہ درست ہے کہ یہ حروف اللہ تعالیٰ کے سربستہ رازوں میں سے ہیں جو حقائق پر مبنی ہیں تاہم ان پر مطلع ہونا انسان کے بس کی بات نہیں ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی صفات مذکور ہیں جن کا سمجھنا انسانی عقل کی بساط سے باہر ہے اور ان پر کسی عمل کی بنیاد بھی نہیں اٹھتی ۔ہم نہ تو ان حروف کے معنی و مفہوم کے مکلف ہیں اور نہ ہی ان پر کسی شرعی مسئلے کا دارومدار ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حروف و کلمات سے قرآن کی ترتیب فرمائی ہے جن حروف و کلمات سے انسان اپنی گفتگو مرتب کرتا ہے اور اس قرآن میں ایسا اعجاز پنہاں کردیا ہے کہ اب اس کتاب میں کوئی شک شبہ نہیں رہا اور نہ ہی ہوسکتا ہے ۔

گروہ متقین: فرمایا "یہ کتاب متقین کے لئے ہدایت ہے۔ایک دوسرے مقام پر اسی قرآن کریم کو ھدیٰ للنّاس (تمام لوگوں کیلئے ہدایت) ہر شخص اپنی بساط اور استعداد کے مطابق استفادہ حاصل کرتا ہے ساری انسانیت اللہ کی تخلیق کردہ ہے ان کی ہدایت بھی تو ضروری ہے کچھ ایسے ہیں جو مطلقاً اثر قبول نہیں کرتے ۔ہدایت اور راہ مستقیم پر چلنا تو اہلِ تقویٰ کیلئے مخصوص ہے۔"ہدایت اس کتاب کی حقیقت ہے۔ہدایت اس کتاب کی طبیعت ہے،ہدایت اِس کا مزاج ہے اور ہدایت ہی اس کا مقصد ہے،مگر کن لوگوں کیلئے؟ یہ کتاب ہدایت ہے،نور ہے اور واضح اور کھلی ہوئی نصیحت ہے پرہیز گاروں کیلئے،صرف پرہیز گاری ہی انسان کو اس کتاب سے فائدہ حاصل کرنے کا اہل بناتی ہے۔پرہیز گاری اور تقویٰ سے دل کی گرہیں کھلتی ہیں اور انسان اس قابل ہوجاتا ہے کہ وہ اس کتاب پر لبیک کہے۔جو انسان بھی اس کتاب سے ہدایت حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ ایسا قلب سلیم رکھتا ہو جس میں اللہ کی خشیت اور اس کا خوف ہو اور جو گمراہی میں مبتلا ہوجانے سے ڈرتا ہو، جو انسان ایسے قلب سلیم سے قرآن کا مطالعہ کرتا ہے۔قرآن اس پر اپنے انوار و برکات نازل فرمادیتا ہے۔

حضرت عمر بن الخطابؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے استفسار کیا کہ تقویٰ کیا ہے؟ فرمایا کہ کیا تم کسی کانٹوں بھری راہ گزر سے گزرے ہو، بولے کیوں نہیں !پوچھا پھر تم نے کیا کیا؟ فرمایا کہ میں نے اپنا دامن سمیٹا اور بچتا ہوا نکلا۔فرمایا بس یہی تقویٰ ہے۔

تقویٰ ضمیر کا احساس ہے،شعور کی پاکیزگی ہے، اللہ تعالیٰ سے مستقل ڈرتے رہنا ہے اور زندگی کی راہ گزر پر کانٹوں سے بچتے ہوئے چلنا ہے۔زندگی کی راہ گزر جہاں رغبتوں اور شہوتوں کے کانٹے ہیں ۔جہاں آرزوؤں اور تمناؤں کے کانٹے ہیں جہاں جھوٹے خوف اور نادیدہ خطرات چھائے ہوئے ہیں ۔جہاں جھوٹی اُمیدیں اور ناتمام آرزوئیں دامن تھامے ہوئے ہیں۔انسان ان لوگوں سے بھی ڈرتا ہے جو اسے کوئی فائدہ یا نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

ایمان بالغیب:

متقین کی پہلی خوبی یہ ہے کہ ان میں مثبت و فعال شعوری وحدت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ وہ غیب پر بھی ایمان رکھتے ہیں، فرائض کی انجام دہی بھی کرتے ہیں، تمام رسولوں پر ایمان بھی لاتے ہیں اور آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ یہ کمال عقیدہء اسلامی کی امتیازی خصوصیت ہے جس کو اپنا کر خود مومن بھی انسانیت میں ممتاز ہوجاتا ہے۔ اس عقیدے کا اہم جزو عقیدہ آخرت ہے جو پوری انسانیت پر محیط ہے اور جس کے تحت ساری انسانیت اپنے اپنے ضابطہء حیات کے ساتھ اور اپنے اپنے شعور و عمل اور ایمان کے ساتھ زندگی گزارتی ہے۔ درحقیقت ایمان بالغیب ہی وہ سرحد ہے، جس سے گزر کر انسان، انسان بنتا ہے کیونکہ حیوان اپنے محسوسات سے ماوراء کا ادراک نہیں کرسکتا جبکہ انسان کو یہ ادراک حاصل ہے کہ کائناتِ رنگ و بو اس کے محسوسات سے ماوراء بڑی وسیع اور پھیلی ہوئی ہے۔ اپنے محسوسات سے ماوراء کا ادراک پوری انسانیت پر اور انسانیت کے ہر فرد پر بڑے گہرے اثرات مرتسم کرتا ہے۔ اس وسیع کائنات کے پسِ پردہ وہ ایک بہت بڑی حقیقت ہے، جس کے حکم پر اس کائنات کا نظام چل رہا ہے اور وہ عظیم حقیقت خود ذاتِ الٰہی ہے جو نگاہوں سے ماوراء ہے اور عقل کی جولانگاہ سے بہت دُور ہے۔

ایمان بالغیب کے عقیدے سے انسان کی محدود فکری قوتیں غیر ضروری کاوشوں میں ضائع ہونے سے محفوظ رہتی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو فکری قوتیں عطا فرمائی ہیں وہ اس مقصد کیلئے ہیں کہ انسان دُنیا میں اللہ تعالیٰ کی خلافت اور اسکی نیابت کے فرائض انجام دے اور اس زندگی کی نشو ونما میں مصروف رہے اور اس عمل کیلئے اس روحانی قوت سے مدد حاصل کرے جو روحانی قوت براہِ راست اس ساری کائنات اور خالقِ کائنات سے متعلق ہے اور اس نامعلوم غیب کو چھوڑ دے جس کے ادراک سے عقلِ انسانی عاجز ہے۔ ایمان بالغیب انسانیت اور حیوانیت کے درمیان ایک حدِ فاصل ہے۔ جتنا آخرت پر یقین گہرا ہوگا عمل میں اتنی ہی پختگی ہوگی۔

اقامت صلواۃ:

اس گروہِ متقین کی دوسری خوبی یہ ہے کہ یہ نماز ادا کرتے ہیں اور اس عبادت کے ذریعے اللہ کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور اپنی پیشانیاں پروردگارِ عالم کے سامنے رکھ دیتے ہیں اس وقت مومنین کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی خشیت جاگزیں ہوتی ہے۔ ان کے سامنے زندگی کا ایک اعلیٰ ترین مقصد ہوتا ہے اور انہیں یہ احساس ہوتا ہے کہ ان کا تعلق خالقِ کائنات سے ہے جو تمام طاقتوں اور قوتوں کا سرچشمہ ہے اس تصور سے ان کے ضمیر کو توانائی ملتی ہے اور ان کی شخصیت سنورتی اور نکھرتی ہے اور ان کے فکر و عمل کی راہیں کھلتی ہیں۔

انفاق فی سبیل اللہ: متقین کی تیسری صفت یہ کہ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال کو اسکی راہ میں خرچ کرتے ہیں کیونکہ ان کا ایمان ہوتا ہے کہ ان کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اللہ کا عطاء کیا ہوا ہے انکی اپنی عقل و کوشش کا کوئی دخل نہیں ہے یہی تصور مومنین کو آمادہ کرتا ہے کہ وہ غریبوں سے حسنِ سلوک کریں، اللہ کی مخلوقات کی مدد کریں اور انسانی اخوت کا عملی ثبوت پیش کریں۔ اس صفت کی بناء پر مومنین کے دل لالچ اور حرص سے پاک ہوجاتے ہیں اور ان کی اجتماعی زندگی تعاون اور محبت و اخوت پر استوار ہوجاتی ہے جس میں کمزور اور غریب و ناتواں محفوظ و مامون رہتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہمدرد اور مہربان و شفیق لوگوں کے درمیان رہ رہے ہیں۔ انفاق فی سبیل اللہ میں زکواۃ، صدقات اور نیک کاموں میں خرچ کے تمام ذرائع شامل ہیں۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا، زکواۃ کے فرض ہونے سے پہلے ہی شروع کردیا گیا تھا۔

گزشتہ کتابوں پر ایمان: متقین کی چوتھی صفت یہ ہے کہ یہ پچھلی کتابوں پر بھی اسی طرح ایمان رکھتے ہیں جس طرح قرآن کریم پر ایمان رکھتے ہیں کیونکہ یہ اس اُمت مسلمہ کے افراد ہیں جو ابتدائے انسانیت سے تمام نبوتوں اور تمام آسمانی عقیدوں کی میراث سنبھالتی چلی آئی ہے جو قیامت تک جادہ حق پر چلتی رہے گی۔ اس صفت کی بدولت مومنین کے دل

دوسرے مذاہب کے خلاف تعصب سے پاک ہوجاتے ہیں اس وجہ سے مومنین کو یہ اطمینانِ قلب میّسر آتا ہے کہ اللہ ہر وقت اپنے بندوں کی جانب متوجہ رہتا ہے اور اپنے بندوں کے لئے ہر دور اور ہر زمانے میں رسول اور نبی بھیجتا رہا ہے۔

آخرت پر ایمان: آخرت کا لفظ ایک جامع اصطلاح ہے۔مومن کا عقیدہ ہے کہ مرنے پر انسان کی زندگی کا کلیتاً خاتمہ نہیں ہوجاتا بلکہ مرنے کے بعد اسے دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائیگا اور اعمال کا محاسبہ کیا جائیگا۔مومنین کی آخرت پر یقین رکھنے کی ایسی صفت ہے جو انکی دنیا اور آخرت ، آغاز و انجام اور عمل و جزاء میں ارتباط و تعلق پیدا کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ انسان اس دنیا میں مہمل و بیکار نہیں پیدا کیا گیا بلکہ اس کے تمام اعمال کا بدلہ دینے کیلئے اللہ کی عدالتِ انصاف اسکی منتظر ہے تا کہ مومن مطمئن ہوکر عملِ صالح میں لگ جائے اور اللہ کے انصاف اور اسکی رحمتوں کی اُمید رکھے۔تصوّرِ آخرت ایک ایسا تصور ہے جو انسانیت کے دوگروہوں کے درمیان حدِ فاصل قائم کرتا ہے۔ایک گروہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ ہے بس وہ دنیا کی زندگی ہے مگر دوسرا گروہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ دنیا دارالعمل اور دارالامتحان ہے اور اصل زندگی آخرت کی ہی زندگی ہے۔

متذکرہ بالا متقین کی صفات میں ایسی ہم آہنگی اور ارتباط پایا جاتا ہے کہ یہ تمام صفات مل کر ایک مکمل وحدت کی شکل اختیار کر لیتی ہیں چنانچہ تقویٰ ،ضمیر کا ایسا شعور اور وجدان کی ایسی حالت ہے جس سے تمام افکار و اعمال اُبھرتے ہیں۔باطنی خیالات اور ظاہری تصرّفات میں وحدت پیدا ہوتی ہے جس کے ذریعے انسان کا خلوت وجلوت میں اللہ تعالٰی سے تعلق پیدا ہوتا ہے روح نکھر کر ہلکی پھلکی ہوجاتی ہے اور اس کے اللہ کے درمیان حجابات کم ہوجاتے ہیں تو روحِ انسانی ایمان بالغیب پر مطمئن ہوجاتی ہے۔تقویٰ اور ایمان بالغیب کے ساتھ ساتھ مومن اللہ کی عبادت میں اللہ کے پسندیدہ اور مقرر کردہ طریقوں کے مطابق منہمک ہوجاتا ہے پھر مومن اللہ کے دیئے ہوئے مال سے خرچ کر کے اسی کی دی ہوئی نعمتوں کا اعتراف کرتا ہے اور اس پر شکر ادا کرتا ہے۔

اشاعتِ دین

(قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی صاحب)

1- بنیادی حقائق اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر مشتمل نظامِ حیات جسے ہر دور میں اسلام کا نام دیا گیا محبت اور رحمت کا دین ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ بنی نوعِ انسان کی راہنمائی کرنا چاہتا ہے تا کہ اولادِ آدم اس دنیا میں بھی امن و امان اور عزت و اکرام کی زندگی گزارے اور آخرت کی زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر کے اس کی جنت میں داخل ہو سکے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو صاحبِ ارادہ بنا کر انتخابِ عمل کا اختیار دے رکھا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے **لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ** o فرما کر دین کے نفاذ کیلئے جبر کے استعمال کا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بند کر دیا عالمی امن اور فلاحِ دارین کے اس مقدس منشور کے ردو قبول کا معاملہ انسان کی صوابدید اور ضمیر کے فیصلہ پر چھوڑ دیا گیا ہے وہ جس لائحہ عمل کا انتخاب کرے گا اس کے نتائج کی ذمہ داری اِسی پر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

''اور ہم جو رسول بھیجتے رہے ہیں تو وہ خوشخبری سنانے اور ڈرانے کو۔ پھر جو شخص ایمان لائے اور نیکوکار ہو جائے تو ایسے لوگوں کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ اندوہناک ہونگے۔ اور جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ان کی نافرمانیوں کے سبب انہیں عذاب ہوگا''۔ (انعام-49,48)

''آپ کہہ دیں کہ یہ قرآن تمہارے رب کی طرف سے برحق ہے۔ تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر رہے''۔(کہف۔29)

''جن کی تم بندگی کرتے ہو میں اِنکی بندگی کرنے والا نہیں۔ نہ تم اس کی بندگی کرنے والے ہو جس کی میں بندگی کرتا ہوں۔ تمہارے لئے تمہارا دین میرے لئے اللہ کا دین''۔(کافرون. 4تا6)

''ہم نے اُسے اپنا راستہ دکھا دیا خواہ وہ شکر گزار ہو خواہ ناشکرا''۔ (دھر۔3)

2- پوری انسانیت کیلئے

گذشتہ ادوار میں انسانی آبادیاں دُور دُور اور ذرائع نقل مفقود تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کی طرف ان لوگوں کی مقامی زبان ہی میں ہدایت دینے والے پیغمبر بھیجے۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آبادی پورے کرۂ ارض پر پھیل گئی، نقل وحمل کیلئے نئے نئے ذرائع میسر آ گئے، نشر و اشاعت کی سہولتیں عام ہوگئیں اور یہ ممکن ہوگیا کہ کسی ایک ہی مقام سے ایک ہی شخصیت کے ذریعے اللہ کے پیغام کو پھیلایا جا سکے تو اللہ تعالیٰ نے پوری انسانیت کیلئے اپنے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنی آخری کتاب قرآنِ مجید دے کر مکہ میں مبعوث فرما دیا۔ اب قیامت تک آنے والے تمام انسان آپ ہی کی اُمت ہیں اور یہ سارا عرصہ آپ ہی کا دورِ نبوت ہے۔ آپ رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ اور خَاتَمُ النَّبِیّٖن ہیں۔ آپ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا کیونکہ آپ کی نبوت قیامت تک قائم رہے گی۔ یہ بات ذہن میں بٹھالیں کہ قرآن کریم مسلمانوں کی کتاب نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور تمام دنیا کے انسانوں کیلئے ہے تا کہ وہ اپنے رب پر ایمان لا کر مسلمان بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں "**یٰاَیُّهَا النَّاسُ**" کہہ کر دنیا جہان کے بسنے والوں کو خطاب فرماتا ہے کہ میرا یہ آخری رسول ﷺ اور آخری کتاب پوری انسانیت کیلئے ہدایت اور نور کا منبع ہیں۔ چند قرآنی آیات ملاحظہ فرمائیں۔

قُلْ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًاo (اعراف۔158)

"آپ کہہ دیجئے کہ لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں"

وَاَرْسَلْنٰکَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًاo (نساء۔79)

"اور ہم نے آپکو لوگوں کیلئے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اللہ ہی گواہ کافی ہے"۔

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَo (انبیاء۔107)

"اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے"۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا وَّ لٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ o (سباء۔28)

''ہم نے آپ کو تمام لوگوں کیلئے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے''۔

قُلۡ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَـكُمۡ نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ o (الحج۔49)

''آپ کہہ دیں کہ لوگو میں تمہیں کھلم کھلا نصیحت کرنے والا ہوں''۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَكُمُ الرَّسُوۡلُ بِالۡحَـقِّ مِنۡ رَّبِّكُمۡ فَاٰمِنُوۡا خَيۡرًا لَّـكُمۡ‌ؕ وَاِنۡ تَكۡفُرُوۡا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا o (نساء۔170)

''اے لوگو اللہ کے رسول تمہارے پاس تمہارے اللہ کی طرف سے حق بات لے کر آئے ہیں تو ان پر ایمان لاؤ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر کفر کرو گے تو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے''۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَكُمۡ بُرۡهَانٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكُمۡ نُوۡرًا مُّبِيۡنًا o (نساء۔174)

''اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آ چکی اور ہم نے تمہاری طرف چمکتا ہوا نور نازل فرما دیا''۔

3- منصب رسالت

اللہ تعالیٰ نے منصب رسالت کے بارے میں بھی واضح کر دیا کہ میرے رسول ﷺ کا کام میرا پیغام بندوں کے نام پہنچا دینا ہے۔ اسے لوگوں پر جابر حاکم یا داروغہ بنا کر نہیں بھیجا گیا کہ انہیں زبردستی اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل کرے۔ اللہ تعالیٰ کی آیات میں تدبر و تفکر کرنا اور حق کی جستجو کرنا بندوں کا کام ہے اور ہدایت عطا فرمانا رحمٰن و رحیم آقا کا انعام ہے۔ اس حقیقت کو قرآن کریم میں بار بار دہرایا گیا ہے تا کہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے متبعین اہل ایمان پر تبلیغ دین کی حدود و قیود واضح ہو جائیں۔

اِختصار کی خاطر ہم یہاں قرآنی آیات کا ترجمہ لکھنے پر اکتفا کر رہے ہیں:

''(اے میرے رسول) ہم نے آپکو سچائی کے ساتھ خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور اہل دوزخ کے بارے میں آپ سے کچھ پرسش نہیں ہوگی''۔ (البقرہ۔ 199)

''اور اس قرآن کو تمہاری قوم نے جھٹلایا حالانکہ وہ سراسر حق ہے۔ کہہ دو کہ میں تمہارا داروغہ نہیں ہوں''۔

(االانعام۔ 66)

''جو حکم تمہارے رب کی طرف سے تم پر وحی کیا گیا اس کی پیروی کرو۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے کنارہ کرلو۔ اگر اللہ چاہتا تو یہ لوگ شرک نہ کرتے۔ اے پیغمبر ہم نے تم کو اُن پر نگہبان مقرر نہیں کیا اور نہ تم ان کے داروغہ ہو''۔ (االانعام۔ 107,106)

''اور اللہ کی اطاعت کرو اور اسکے رسول کی اطاعت کرو۔ اگر تم منہ پھیر لو گے تو ہمارے پیغمبر کے ذمے تو صرف پیغام کا کھول کھول کر پہنچا دینا ہے''۔ (الطلاق۔ 12)

''پھر اگر یہ منہ پھیر لیں تو ہم نے تم کو اُن پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔ تمہارا کام تو صرف احکام کا پہنچا دینا ہے''۔ (الشوریٰ۔ 48)

''تمہارا کام ہمارے احکام کا پہنچا دینا ہے اور ہمارا کام حساب لینا ہے''۔ (الرعد۔ 40)

''جو شخص رسول کی فرمانبرداری کرے گا تو بے شک اُس نے اللہ کی فرمانبرداری کی اور جو نافرمانی کرے تو اے پیغمبر تمہیں ہم نے اُن کا نگہبان بنا کر نہیں بھیجا''۔ (النساء۔ 80)

''آپ نصیحت کرتے رہیں کہ آپ نصیحت کرنے والے ہی ہیں''۔ (الغاشیہ۔21)

''تم اُن پر داروغہ نہیں ہو۔ (الغاشیہ۔ 22)

اگرچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوا نظامِ حیات اپنے دامن میں انسان کیلئے امن و امان، راحت و آرام، خوشحالی و ترقی، اطمینان قلب اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا سامان لئے ہوئے جنت میں داخلے کی دعوت ہے۔ تاہم صاحب عقل اور باشعور انسان کیلئے جبری ہدایت کا طریقہ کسی طرح بھی مناسب نہیں تھا۔ اِسی لئے دعوت کے کام کو ابلاغ کی حدود کے اندر ہی رکھا گیا۔

جوانسان اس دعوت کو قبول کر کے اپنی زندگی اپنے رب کی مرضی کے مطابق بسر کریگا وہ دنیا اور آخرت میں فلاح پالے گا اور جس نے مادی زندگی کے فریب میں آکر اسی کو اپنا مقصود بنالیا اور خواہشات کی پیروی میں من مرضی کی زندگی اپنائی تو گویا وہ نہ اللہ کو پہچان سکا نہ اپنے آپ کو جان سکا۔اس کیلئے دنیا میں بھی تنگی کا جینا اور آخرت میں جہنم کا ٹھکانا ہوگا کیونکہ آخر کار ہم سب کو اللہ کے ہاں جانا اور اپنے اعمال کا بدلہ ضرور پانا ہے۔

4- ترغیب وترہیب

اللہ تعالیٰ نے ارواحِ انسانی کو اپنا دیدار کرا کے ان سے اپنی ربوبیت کا عہد لیا تاکہ انکے اندر اللہ تعالیٰ کی محبت ثبت ہو جائے۔پھر اسے عقل جیسی نعمت سے نوازا تا کہ اِس کے ذریعے انفس و آفاق میں بکھری ہوئی اللہ تعالیٰ کی انگنت صفات پر تدبر وتفکر کر کے اس کی ذات کو پہچان لے اور اسلام میں داخل ہو کر اس کا قرب و عرفان حاصل کر سکے۔انسان کو اس کے مقصودِ حیات کی طرف متوجہ کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سینکڑوں آیات ہیں جن میں سے چند ایک یہاں درج کی جارہی ہیں۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَo ’

تم لوگ اللہ کے کیسے منکر ہو سکتے ہو جب کہ تم (عالم ارواح میں بغیر جسم کے) مُردہ حالت میں تھے تو اس نے تمہیں زندگی بخشی پھر وہی تم کو مردہ (یعنی عالم برزخ میں بغیر جسم والی) حالت میں لے جائیگا۔پھر وہی تم کو (جسموں کے ساتھ) دوبارہ زندہ کریگا۔پھر اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے‘‘۔ (البقرہ۔28)

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ . لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَo (فاطر۔3)

’’اے لوگو تم پر جو اللہ کے احسانات ہیں ان کو یاد کرو۔کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق دے۔اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔پس تم کہاں بھٹکے پھرتے ہو‘‘۔

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ o الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِہٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰہِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ o (بقرہ۔22,21)

’’لوگواپنے رب کی بندگی کرو جس نے تم کواورتم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تا کہ تم عذاب سے بچ جاؤ۔ وہ ذات جس نے تمہارے لئے زمین کوبچھونا اور آسمان کوچھت بنایا۔اورآسمان سے پانی برسا کر تمہارے کھانے کے لئے انواع واقسام کےمیوے پیدا کئے۔پس کسی کواللہ کاہمسر نہ بناؤ اور تم خوب جانتے ہو‘‘۔

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ وَاخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِہٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ ھُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِہٖ شَیْئًا o اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّکُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ o (لقمان۔33)

’’اے لوگواپنے رب سے ڈرواوراس دن کا خوف کروکہ نہ توباپ اپنے بیٹے کے کچھ کام آئے اور نہ بیٹا اپنےباپ کے کچھ کام آسکے۔بےشک اللہ کاوعدہ سچا ہےپس دنیا کی زندگی تم کودھوکے میں نہ ڈالےاورنہ فریب دینے والا شیطان تمہیں اللہ کے بارے میں کسی طرح کافریب دے‘‘۔

5- ایمان بہ اِذنِ اللہ:

اِنسان کی رشدوہدایت کے لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کاایک اپنا نظام ہے جس کاانحصار فرد کی گذشتہ زندگی کے کردار پر ہوتا ہے۔کچھ لوگ کفروشرک، بدکرداری اور فحش کلامی کی ان حدوں تک پہنچ جاتے ہیں جہاں ہدایت کےلحاظ سے انہیں لاعلاج قرار دے دیا جاتا ہےاور اللہ ان کے دلوں پرمہر کر دیتا ہے۔ایسےلوگوں پرکسی تقریروتحریر کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔اللہ تعالیٰ نے اس پُر ازحکمت نظام سے اپنے حبیب علیہ السلام اورمومنین کوآگاہ فرمادیا تا کہ تبلیغ کے نتائج سے کبھی رنجیدہ نہ ہوں اورپورے اِطمینان قلب اوروقار کے ساتھ اس کام کوآگے بڑھاتے

چلے جائیں کیونکہ ایمان کی سعادت اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی فرد کو حاصل نہیں ہوسکتی۔اس کیلئے اللہ تعالیٰ کے چند فرمودات کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:۔

''اگر آپ کا رب چاہتا تو جتنے لوگ زمین پر ہیں سب کے سب ایمان لے آتے۔کیا آپ لوگوں پر زبردستی کرنا چاہتے ہیں کہ وہ مومن ہوجائیں''۔ (یونس۔99)

''کسی شخص کو قدرت نہیں ہے کہ اللہ کے حکم کے بغیر ایمان لائے اور جو لوگ بے عقل ہیں ان پر وہ کفر و ذلت کی نجاست ڈالتا ہے''۔(یونس۔100)

''اور موسیٰ نے کہہ دیا کہ اگر تم اور جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کے سب کافر ہو جائیں تو بے شک اللہ بے نیاز اور قابل تعریف ہے''۔(ابراہیم۔8)

''اے پیغمبر شاید تم اِس رنج سے کہ لوگ ایمان نہیں لاتے اپنے تئیں ہلاک کردو گے۔اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے نشانی اُتار دیں پھر ان کی گردنیں اس کے آگے جھک جائیں''۔(شعراء۔4,3)

''کیا تم چاہتے ہو کہ جس کو اللہ نے گمراہ کیا اس کو رستے پر لے آؤ۔جسے اللہ گمراہ کر دے تم اس کیلئے کبھی بھی رستہ نہ پاؤ گے''۔ (النساء۔88)

''تو جس شخص کو اللہ چاہتا ہے کہ ہدایت بخشے اس کا سینہ اسلام کیلئے کھول دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے کہ گمراہ کرے اس کا سینہ تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے گویا وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے۔ اِسی طرح اللہ اِن لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے گند ڈال دیتے ہیں''۔(الانعام۔125)

''جب اِن لوگوں نے کجروی کی اللہ نے بھی ان کے دل ٹیڑھے کر دئے''۔(الصف۔5)

''جب آپ قرآن پڑھا کرتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے مخفی پردہ ڈال دیتے ہیں کہ اسے سمجھ نہ سکیں اور ان کے کانوں میں ثقل پیدا کردیتے ہیں۔جب آپ قرآن میں اپنے رب یکتا کا ذکر کرتے ہیں تو وہ بدک جاتے ہیں اور پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں''۔ (بنی اسرائیل۔46,45)

''اگر تمہارا ربّ چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی اُمت کر دیتا لیکن وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے۔

مگر وہ جن پر تمہارا رب رحم فرمادے اور اسی لئے اُس نے ان کو پیدا کیا ہے۔اور تمہارے ربّ کا قول پورا ہوگیا کہ میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سے بھر دونگا‘‘۔(ھود۔119,118)

اِن آیاتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے رُشد و ہدایت کے نظام کی حکمت اپنے رسول ﷺ پر کھول کر بیان کردی تا کہ وہ چند بدنصیب لوگوں کے اِنکار و اِعراض سے ہرگز تنگ دل نہ ہوں اور سمجھ لیں کہ اللہ کی مرضی یوں ہی ہے۔جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اشاعت دین کیلئے جبر کی اجازت نہیں دی تو اہل ایمان اللہ تعالیٰ کے احکام اور سنت خیرالانام ﷺ کے خلاف چلنے کی جرأت کیسے کرسکتے ہیں۔چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں نے دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کا ہمیشہ احترام کیا اور مفتوحہ ممالک میں بسنے والی اقلیتوں کے جان و مال اور ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کی اور انہیں مذہبی رسوم ادا کرنے کی مکمل آزادی دی۔اگر اس کے برعکس عمل ہوتا تو ہسپانیہ،ہندوستان اور دیگر مسلم ممالک میں کوئی غیر مسلم باقی نہ رہتا۔درحقیقت اہل ایمان ہی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق انسانی جان کے تقدس کو دل سے تسلیم کرتے اور احترام انسانیت کی راہ پر چلتے ہیں۔کیونکہ سراپا رحمت اللہ تعالیٰ کے رسول **رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ** کی اُمت پوری انسانیت میں محبت اور رحمت بانٹنے کیلئے ہی اُٹھائی گئی ہے۔بقول حضرت اقبالؒ۔

فطرتِ مسلم سراپا شفقت اَست
خلق راہ دَست و زبانش رحمت اَست

6- اہل کتاب سے مکالمہ

اللہ سُبحانہ و تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ اور اہل ایمان کو یہی ہدایت دی ہے کہ انسانوں کی دُنیوی اور اُخروی فلاح کے ضامن دین کی اشاعت اور انسانوں کو اللہ کی بندگی کی راہ پر لگانے کی عظیم خدمت،حکمت،دانائی اور دل پذیر نصیحتوں کے ذریعے انجام دی جائے۔اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں دعوتِ دین کا لائحہ عمل واضح کرتے ہوئے فرمایا۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ o (نحل۔125)

''اے نبی آپ لوگوں کو اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور پیاری پیاری نصیحت سے بلایئے اور نہایت اچھے طریقے سے بحث کیجئے۔ جو اس کے راستے سے بھٹک گیا ہو آپ کا رب اسے خوب جانتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں سے بھی خوب واقف ہے''۔

اللہ تعالیٰ کے دین کی حقیقت یہ ہے کہ اس نے ہر قوم کی طرف اپنے پیغمبر بھیجے۔ وہ سب اللہ تعالیٰ کے منتخب اور محبوب بندے تھے۔ ان پر جو کتابیں اُتاری گئیں وہ برحق تھیں۔ انہوں نے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کی دعوت دی۔ اللہ تعالیٰ، اُسکے فرشتوں، اسکی کتابوں، اس کے رسولوں اور حیاتِ آخرت پر ایمان لانا ان سب کی تعلیم کے بنیادی ارکان تھے۔ ان حقائق کو تسلیم کرنے والوں کو ہر دور میں مُسلم کہا گیا اور جنہوں نے کسی ایک بھی رُکن کا انکار کیا وہ کافر قرار پائے۔ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ کی اُمت بھی ان تمام ارکان پر ایمان رکھتی اور اللہ تعالیٰ کے تمام رسولوں اور ان پر نازل کی گئی کتابوں کو برحق مانتی ہے۔ گذشتہ اُمتوں یعنی اہل کتاب کو ان ابدی حقائق پر ایمان لانے کی دعوت دینے کا اسلوب اللہ تعالیٰ نے خود تعلیم فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ انسانوں سے بے پناہ محبت کرنے کی وجہ سے یہ پسند نہیں فرماتے کہ وہ راہِ راست سے بھٹک کر اپنی عاقبت برباد کرلیں۔ وہ چاہتا ہے کہ دین کی حقیقت جو کہ سراسر نصیحت اور خیر خواہی ہے تمام انسانوں تک خلوص، محبت اور دلسوزی کے جذبہ کے ساتھ ضرور پہنچائی جائے۔ اس کیلئے اللہ تعالیٰ نے جو ہدایات دی ہیں وہ ہمیشہ پیش نظر رکھنی ہوں گی:

''اے اہل ایمان آپ کہہ دیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کتاب ہم پر اُتری اس پر اور جو صحیفے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور انکی اولاد پر نازل ہوئے اُن پر اور جو کتابیں مُوسیٰ اور عیسیٰ کو عطا ہوئیں ان پر اور جو پیغمبروں کو ان کے ربّ کی طرف سے ملیں ان سب پر ایمان لائے۔ ہم اِن پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور ہم اُسی خدائے واحد کے فرمانبردار ہیں''۔(البقرہ.136)

”اہل کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر ایسے طریق سے کہ نہایت اچھا ہو۔ ہاں جو ان میں سے بے انصافی کریں ان سے کہہ دیں کہ جو کتاب ہم پر اُتری اور جو کتابیں تم پر اُتریں ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں ۔اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اُسی کے فرمانبردار ہیں“۔ (العنکبوت. 46)

”اگر آپ سے جھگڑا کریں تو کہہ دیں کہ جو عمل تم کرتے ہو اللہ ان سے خوب واقف ہے۔ جن باتوں میں تم اختلاف کرتے ہو اللہ تم میں قیامت کے روز ان کا فیصلہ کردے گا“۔ (الحج. 69,68)

”آپ کہہ دیں کہ اے اہل کتاب تم ہم میں برائی ہی کیا دیکھتے ہو، سوا اِس کے کہ ہم اللہ پر اور جو کتاب ہم پر نازل ہوئی اس پر اور جو کتابیں پہلے نازل ہوئیں ان پر ایمان لائے ہیں۔ اور تم میں سے اکثر نافرمان ہیں“۔(المائدہ. 59)

”اے نبی آپ کہہ دیں کہ جو کتاب اللہ نے نازل فرمائی ہے میں اُس پر ایمان رکھتا ہوں اور مجھے حکم ہوا ہے کہ تم میں انصاف کروں ۔اللہ ہی ہمارا اور تمہارا رب ہے۔ہم کو ہمارے اعمال کا بدلہ ملے گا اور تم کو تمہارے اعمال کا۔ہم میں اور تم میں کچھ بحث وتکرار نہیں ۔اللہ ہم سب کو اکٹھا کرے گا اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے“۔ (الشوریٰ. 15)

”اے اہل ایمان جن لوگوں کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں ان کو بُرا نہ کہنا۔ کہ یہ بھی کہیں اللہ کو بے ادبی سے بے سمجھے برا نہ کہہ بیٹھیں ۔اِسی طرح ہم نے ہر اُمت کے اعمال اُن کی نظروں میں اچھے کر دکھائے ہیں ۔پھر ان کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے تب وہ اُن کو بتائے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے“۔(الانعام. 108)

”جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اُن کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنے سے اللہ تم کو منع نہیں کرتا۔اللہ تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے“ (الممتحنہ. 8)

”آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب جو بات ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں تسلیم شدہ ہے اس کی طرف آ جاؤ۔ وہ یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں اور اسکے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں۔

اورہم میں سے کوئی کسی کواللہ کے سوا کارساز نہ بنائے۔اگر وہ یہ بات بھی نہ مانیں تو اُن سے کہہ دیں کہ تم گواہ رہو کہ ہم اِسی کے(لئے مُسلمون یعنی) تابع فرمان ہیں۔آل عمران ۔64)

گذشتہ تمام انبیاء محدودلوگوں کی طرف اور محدود وقت کے لئے تشریف لائے اوراپنے فرائض منصبی احسن طریقے سے ادا کر گئے ۔ان کی طرف نازل کی جانے والی ساری کتابوں میں ایک ایسے عظیم المرتبت رسول کی بشارت دی گئی تھی جوسب سے آخر میں آئے گا۔روئے زمین پر بسنے والے تمام انسان اس کی اُمت ہوں گےاور قیامت تک اس کی نبوت کا دور رہوگا۔چنانچہ اللہ نے نبی آخر الزماں ﷺ کے ذریعے بنی نوع انسان پر اپنی نعمتوں کا اِتمام فرماتے ہوئے آئینِ حیات کواس طرح مکمل کر دیا کہ اب کسی نئے نبی، نئی کتاب اور نئی اُمت کی ضرورت باقی نہیں رہی ۔اللہ تعالیٰ کا یہ آئین رنگ ونسل اور جغرافیائی اور لسانی زنجیروں سے نجات دلا کر انسانی بنیادوں پر عالمگیر محبت اور اکرام انسانیت کی دعوت دیتا ہے۔علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں!

تفریق ملل حکمت افرنگ کامقصود

اِسلام کامقصود فقط ملت آدم

اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب میں تمام انسانوں کیلئے دعوتِ ایمان اور فلاحِ دارین کے حصول کا پیام ہے۔اس میں سب سے زیادہ ذکر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اہل یہود کا آیا ہے بلکہ بنی اسرائیل کے عنوان سے ایک پوری سورۃ موجود ہے۔اس لئے اہلِ اسلام پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ دنیا کی تمام اقوام کواللہ کا پیغام پڑھنے اور سمجھنے کے مواقع فراہم کریں تا کہ انسانیت کیلئے اُتارے گئے اللہ کے دین کو پوری انسانیت پر غلبہ حاصل ہو جائے اور یہ زمین توحید کے نُور سے معمور ہو جائے ۔اہل ایمان یقین رکھیں کہ ایسا ہو کر رہے گا کیونکہ انجام لکھا جا چکا ہے۔

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَ غْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِيْ. اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌo (مجادلة. 20)

’’ اللہ نے یہ لکھ رکھا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب آ کر رہیں گے۔ بے شک اللہ زور آور اور زبردست ہے‘‘۔

خواجہؒ کے خطوط

(تدوین:-خالد مسعود توحیدی)

1-تلاوت قرآن کا طریقہ (بنام غوث محمد 24/2/1956)

"قرآن کی تلاوت کا قاعدہ یہ ہے کہ پہلے بلند آواز سے پاؤ یا آدھا جتنا پڑھنا ہو پڑھو اور ترجمہ وغیرہ کا خیال نہ کرو۔ مگر یہ خیال کرو کہ یہ میری آواز نہیں بلکہ اللہ کی آواز ہے۔ وہ خود پڑھ رہا ہے اور میں سن رہا ہوں (یعنی تم سن رہے ہو) جتنا تمہارا دل چاہے اور وقت اجازت دے پڑھو۔ کوئی حد مقرر نہیں۔ جیسے بتایا ہے اس طرح پڑھ کر جب ختم ہو جائے تو پھر اسکا ترجمہ پڑھو اور ایک نوٹ بک پاس رکھو۔ جو بات پسند آئے اس کا حوالہ اور ترجمہ اس میں لکھ لو۔"

2-عمر بھر کا لائحہ عمل (بنام محمد حیات صاحب 5-9-1972)

"خوشی ہوئی کہ پاس انفاس اور نفی اثبات آپ با قاعدہ کر رہے ہیں۔ اسی طرح کرتے رہو ساری عمر کرنا ہے۔ اسی سے سب کچھ ملتا ہے۔ مگر اس کے علاوہ دن میں ایک ہزار مرتبہ یہ درود ضرور پڑھ لیا کرو۔ صل اللہ علیک یا رسول اللہ۔ دوسری بات یہ کہ غصہ اور نفرت کی مکمل نفی اور عالمگیر محبت اور حق پر عمل بہت ضروری ہے۔ اس کے بغیر روحانی طاقت بھی پیدا ہو جائے تو بیکار ہے۔ تیسری بات کہ حلقہ کے بھائیوں سے ایسی سچی محبت کرو جو سگے بھائی بھی آپس میں نہیں کرتے۔ ان باتوں پر عمل کرنے سے انشاءاللہ دین و دنیا دونوں میں سرخرو ہو گے۔"

3-حلقہ ذکر کی اہمیت (بنام محمد قاسم 21-2-1965)

حلقہ ذکر میں ضرور شامل ہوا کریں آپ حلقہ میں شمولیت سے استثنیٰ ہونا چاہتے ہیں تو یہ میں نہیں کر سکتا ورنہ ہر شخص ہی کہے گا۔ البتہ کبھی کبھی حاضری نہ ہو سکے تو مضائقہ نہیں حلقہ نہیں تو ویسے ہی احباب حلقہ سے مل بیٹھا کریں۔

باباجی قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب کا خط بنام محمد شعیب کھیڑا (ملتان)

مورخہ: 23.01.2004

میرے بیٹے!

مرشد سے فیض ہر طالب اور مرید کو ملتا رہتا ہے۔لیکن جب تک قلب کی طہارت ایک خاص مقام تک نہ پہنچ جائے ،اس کا احساس نہیں ہوتا۔

آپ بھائی جتنی کثرت سے ذکر کریں گے، درود شریف پڑھیں گے، نمازوں کی پابندی کریں گے اتنا ہی اخلاق اچھا ہوتا چلا جائیگا اور اللہ تعالٰی اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں اضافہ ہوتا چلا جائیگا۔آپ کو ہر حال میں اللہ کی رضا پر راضی رہنے کا طریقہ آجائیگا۔پھر دوسرے لوگ بھی آپ سے متاثر ہونگے۔اب دنیا کی قیادت وہی قوم کرے گی جو روحانیت کے میدان میں ترقی کرے گی مسلمانوں کو دنیا پر غالب آنے کیلئے قرونِ اولٰی جیسے مسلمانوں کا سا ایمان اور قوّتِ عمل درکار ہے۔جب تک ہم خود ایک بہترین اور مثالی قوم نہ بنیں گے اللہ تعالٰی اقوامِ عالم کی قیادت ہمارے سپرد نہیں کریں گے۔دُعائیں تو مانگتے رہنا چاہیے، اپنی نیک تمناؤں کا اظہار کرتے رہنا چاہیے لیکن دعاؤں کے ساتھ اپنی اداؤں کا بھی جائزہ لینا ضروری ہے۔ اللہ تعالٰی ہماری ظاہری صورتوں کو نہیں بلکہ ہمارے قلوب کو دیکھتے ہیں وہ ہماری باتوں میں نہیں آنے کے۔بلکہ ہمارے خلوص کے قدر دان ہیں۔اس لئے سب بھائی خوب ذکر کریں، گھر میں ایک تسبیح سے دس تسبیح تک نفی اثبات کے ذکر کی اجازت ہے۔پاس انفاس اللہ کے پیار میں ڈوب کر کریں اور یہ تب ہی ممکن ہوسکتا ہے جب آپ اللہ تعالٰی کی رزق کی تقسیم پر سچے دل سے راضی ہوجائیں ،کبھی اللہ کا شکوہ نہ کریں اور ہمیشہ خوش رہنے کی عُو اپنے اندر پیدا کرلیں۔

رفعتِ خیال

(واصف علی واصف)

رفعتِ خیال پستی حیات میں پیدا نہیں ہو سکتی۔ پاکیزگی افکار کیلئے پاکیزگی کردار کا ہونا لازمی ہے۔ حسنِ خیال کسی کوشش کا نام نہیں کسی جستجو کا مقام نہیں محض تمنائے تخیل یا حصول تخیل کا ذریعہ نہیں ارفع خیال عنایت ہے، عطاء ہے، فضل ہے اور یہ عطا گنہگار، خطا کار کیلئے قطعاً نہیں ہے۔ لطافت خیال کو اگر جبرائیل کہہ دیا جائے۔ تو نزول افکار عالیہ یا نزول جبرائیل کسی کافر یا گمراہ کیلئے نہیں۔ جبرائیل ماننے والوں اور مقدس نفوس کو دولت افکار کے خزانے مہیا کرتا ہے۔ ناپاک زندگی پاکیزہ خیال سے محروم رہتی ہے۔ رفعت خیال کو جاننے سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ پستی حیات کیا ہے۔ وہ کون سا انداز حیات ہے، جس کے نصیب میں تخیل کی بلندی یا رفعت خیال نہیں۔ لالچ یا لوبھ انسان کی زندگی کو پست کر دیتا ہے۔ اشیاء کا حصول، مال کی تمنا، مرتبوں کی حسرت انسان کو اور انسان کے باطن کو صحرا کی ویرانیاں عطاء کرتے ہیں۔ لالچ زدہ دل ہمیشہ خوف زدہ رہے گا۔ خوف کبھی بلند پرواز نہیں ہو سکتا۔ لالچ ظاہر کی زندگی پر زور دیتا ہے۔ اور خیال باطن کا عروج ہے۔ لالچی انسان کے نصیب میں باطن آشنا نہیں ہوتی۔ اشیاء کا حصول، اشیاء کی محبت، اشیاء کی نمائش، اشیاء کا غرور فنا کے دیس کی باتیں ہیں اور بلندی افکار یا بلندی نگاہ بقاء کی بستی کے نشانات ہیں۔ فنا فنا ہے۔ بقا بقا ہے۔ یعنی خیال کی بلندی بقاء کی دنیا ہے اور بقاء کا سفر اس وقت تک ناممکن ہے جب تک فنا اور فنا کی محبت سے آزادی نہ حاصل کر لی جائے۔ جب انسانوں کا گھر سامان سے بھرا ہوا ہو۔ دل تمناؤں سے بھرا ہوا ہے۔ پیٹ خوراک سے بھرا ہوا ہو تو ایسی حالت میں ذہن کا خالی ہونا لازمی ہے۔ پیسہ گننے والا خیال کی بلندیوں کو کیا جانے۔ بلند خیال انسان اشیاء کے حصول اور اپنے حصول پر غرور سے آزاد ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اگر مکان اپنے

مکینوں کی پہچان ہےتو مکین مر چکے ہیں ۔ان کا ہونا نا ہونے کے برابر ہےان کا اپنا مکان ان کے اپنے آپ سے زیادہ اہم ہے۔ان کا حاصل ان کی اپنی زندگی سے زیادہ ضروری ہے ۔بس یہی رکاوٹ ہے بلند خیالی میں ۔بلند خیال انسان اپنے مکان کی خود پہچان ہے ۔وہ جہاں بھی رہے وہ جگہ اس کے دم سے پہچانی جائے گی ۔بلند خیال مکین اپنے مکان کی خود ہی زینت ہے ۔اسے کسی اور شے کی ضرورت نہیں ۔جس سے مکان کو سجایا جائے ۔اس نے اپنے مکان کو اپنی ذات سے عزت بخشی ۔اور اپنے آپ کو بلند خیال سے معزز کیا۔وہ اس دنیا میں رہتے ہوئے کسی اور دنیا میں رہتا ہے۔پست خیال انسان اپنے وجود کو پالیتا ہے ۔اور بلند خیال انسان اپنے وجود کو اجالتا ہے۔ وہ خودسوز دوام کے سفر پر رہتا ہے ۔پست خیال انسان آکاس بیل کی طرح خود پھیلتا ہے اور دوسروں کو پھیلنے سے روکتا ہے وہ دوسروں کو ان کے حقوق سے محروم کر کے اپنے نفس کی تسکین چاہتا ہے ۔بلند خیال انسان شمع کی طرح جلتا ہے اور روشنی دیتا ہے ۔جلتا ہے روشن رہتا ہے ۔بلند خیالی روشنی ہے وہ روشن رہتا ہے ۔روشن کرتا ہے اور پھر اپنے اصل کی طرف یعنی نور کی طرف رجوع کر جاتا ہے ۔اس کی زندگی دوسروں کیلئے اور دوسروں کا دکھ اپنے لئے ۔وہ بلند خیال ہے ۔پست خیال کو ہم خیال بنانا اس کا دیا ہے ،اس کا مذہب ہے ،اس کا منصب ہے ۔ہر پست خیال خودغرض ہوتا ہے ۔اور ہر بلند خیال بے غرض ہوتا ہے ۔بحر حال حصول اور وصول کی تمنا انسان کو پستی میں جکڑ دیتی ہے ۔پست انسان سے اگر اللہ پوچھے کہ تم کو بہشت میں بھیجوں یا دوزخ میں ۔ تو وہ فوراً کہہ اٹھے گا کہ جناب جہاں دو پیسے کا فائدہ ہو وہیں بھیج دو ۔فائدہ پست انسان کا پسندیدہ شغل ہے ۔وہ ہر بات میں فائدہ تلاش کرتا ہے ۔ہر کام میں فائدہ ۔وہ فائدے حاصل کرتا رہتا ہے اور زندگی ضائع ۔فوری فائدہ اس کو اصل فائدے سے متعارف ہی نہیں ہونے دیتا ۔اصل فائدہ زندگی آسان ہو ۔سادہ ہو ۔پرسکون ہو ۔اندیشوں سے آزاد ہو ۔دشمنوں سے نجات ہو ۔ زندگی بھی آسان ہو اور موت بھی آسان ۔یہ زندگی بھی آسان اور وہ زندگی بھی آسان ۔پستی افکار مابعد کو فراموش کر دیتی ہے ۔انسان اپنا مستقبل محفوظ کرنا چاہتا ہے ۔لیکن مستقبل قریب یعنی

اپنے ہونے تک کا مستقبل۔حالانکہ اس کا مستقبل اس کا قریب کا مستقبل اس کا مابعد قریب کا مابعد اس کی اولاد بھی ہے اولاد بھی انسان کا مابعد ہے۔قریب کا مابعد۔بلند خیال انسان اپنے اس مابعد کو بھی توجہ دیتے ہیں۔یہ درست ہے کہ بلندی خیال یا رفعت خیال وراثت نہیں چھوڑتا لیکن بلند فکری کا اصل نقطہ اصلاح فکر ہے۔صاحب خیال اپنی اولاد سے مقابلہ نہیں کرتا۔حصول اشیاء کا مقابلہ وہ اپنی اولاد کو دعوت نگاہ دیتا ہے دعوت خیال دیتا ہے۔اولاد کو اس کی فطری صلاحیتوں کو بیدار کرنے میں مدد دیتا ہے۔اگر بیٹا باپ کی فکر، باپ کے تخیل اور باپ کے حسن خیال کا شاہد نہ ہو تو دونوں کا مابعد خطرے میں ہے۔لیکن ایک استثنٰی کے ساتھ اگر باپ نوح ہو تو باپ کے حسن خیال سے محروم بیٹا طوفان کی نظر ہوگا۔باپ کی دعا اسے بچا نہیں سکتی۔اگر بیٹا ابراہیم ہو تو اپنے حسن خیال کے وثوق سے باپ کو دعوت دے اور انکار کی صورت میں صنم خانہ آذری تباہ و برباد ہو جائے۔بحر حال حسن خیال دعوت خیال ہے اور یہ دعوت محبت اور ہمدردی سے دی جاتی ہے۔ لوگوں کو آنے والے زمانوں کی طرف اشارے کئے جاتے ہیں۔گزرے ہوئے زمانے دہرا کر سنائے جاتے ہیں۔لوگوں کی ہوس پرستی اور ذات پرستی یعنی خود پرستی کے خوفناک نتائج سے آگاہ کرنا بلند نظر کا مطمع نظر ہوتا ہے۔غیروں کو محبت سے دی جاتی ہے۔اپنوں کو صرف اطلاع ہی کافی ہے۔اور اگر اپنے قبول نہ کریں تو اپنے کیسے اپنے۔جدا کر دیے جاتے ہیں۔بحر حال بلند خیالی کی بات ہو رہی ہے بلند خیالی کی وضاحت کیا ہے وہ کیا شے ہے جسے بلند خیالی کہا جا سکتا ہے۔کیا بلند خیالی یہ ہے کہ زمین پر بیٹھ کر آسمان کی باتیں سوچی جائیں۔نہیں قطعاً نہیں بلکہ اس کے بالکل برعکس بلند خیالی یہ ہے کہ زمین پر بیٹھ کر یہ نہ بھولنا کہ ہم زمین پر بیٹھے ہیں اور زمین پر بیٹھنے والے خواہ کتنا ہی اکڑ اکڑ کر چلیں آخر زمین کے اندر سما جاتے ہیں۔مطلب یہ نہیں کہ ہم زمین پر چلنا چھوڑ دیں اس لئے کہ اس کے اندر سما جانا ہے نہیں قطعاً نہیں۔صاحبان خیال اپنے اعمال کا خیال رکھتے ہیں۔وہ اتنا بوجھ اٹھاتے ہیں جس سے سفر آسان رہے۔ہر شے ہر وقت حاصل کرنے کی تمنا لاحاصل ہے۔رفعت خیال ایثار میں پلتی ہے۔ایثار در اصل فروغ خیال کا واحد ذریعہ ہے

مجبوری ہے۔مجبوری یہ ہے کہ رفعت خیال خوش خیالی یا خوش فہمی نہیں ہے۔رفعت خیال اظہار میں ضرور آتی ہے۔اور اس اظہار سے لوگوں کیلئے منفعت ہے۔صاحب خیال کیلئے خیال صرف سوز ہے۔وجدان ہے خیال، خیال نہیں ہے۔جذبہ ہے۔سورج کے پاس دنیا کیلئے روشنی ہے۔اپنے لئے آگ۔آگ۔الاؤ۔تپش۔سوز۔جلنا۔اور مسلسل جلنا۔تو مجبوری یہ ہے کہ اگر انسان بخیل ہو تو اسے رفعت خیال کیسے مل سکتی ہے۔اسے سورج کون بنائے گا جو روشنی دینے سے انکار کرے۔ مزاج میں سخاوت اور ایثار نہ ہو تو کبھی رفعت خیال نہیں مل سکتی۔رفعت خیال اپنے پاس رہے تو خیال نہیں رہتا۔اپنا خیال دینے سے اپنا کہلاتا ہے۔مجبوری یہ ہے کہ زندگی کے تمام اثاثوں میں تمام خوبیوں میں تمام حاصل میں سب سے قیمتی، سب سے اعلیٰ شہ حسن خیال ہے جو شخص کسی کو اپنا مال جو خیال کے مقابلے میں کم تر اثاثہ ہے نہیں دے سکتا وہ کسی کو بلند خیالی کیسے دیگا۔اور بلندی خیال نہ دینے والا بلندی خیال رکھ نہیں سکتا۔یعنی جس کے مزاج میں دینا نہیں ہے اس کے نصیب میں بلند خیالی نہیں۔تم مال تقسیم نہیں کرتے خیال کیسے بانٹو گے۔یہی مجبوری ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ اپنے حاصل کو تقسیم کرو۔اپنے حال میں شریک کرو۔اپنے آپ کو دوسروں کیلئے سمجھو۔یعنی جو تم نے دیا وہ تمہاری بلندی ہے جو تم لیتے ہو جمع کرتے ہو، جس کا اپنی ذات تک استعمال کرتے ہو۔جس پر مغرور رہو۔جس حاصل سے لوگوں کو افسردہ کرتے ہو۔جس مرتبہ سے انہیں ڈراتے ہو۔جس علم کے ذریعے لوگوں کو پریشان کرتے ہو، سب خود غرضی ہے، سب پست خیالی ہے کیونکہ بلند خیالی ایثار ہے روشنی دینا اور آگ میں جلنا، بلند خیال لوگ فطرت کے انوکھے شاہکار ہیں۔ ان کو الگ رازِ ہستی ملا۔ان کو نئے معنی ملے زندگی کے۔انکو حاصل اور محرومی کے نئے رخ سے آشنائی ہوئی۔بلند خیال کامیابی اور ناکامی کے مفہوم حقیقی مفہوم سے آشناء ہوتے ہیں۔ہم دیکھتے ہیں کہ کسی مقصد میں کامیاب ہونا زندگی کی کامیابی تو نہیں گناہ میں کامیابی زندگی میں ناکامی ہے۔ ایک سخی غریب صاحب خیال ہو سکتا ہے۔اور ایک بخیل امیر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے محروم خیال۔بحر حال رفعت خیال کی تمنا ہو تو مال اور مرتبے کی آرزو سے نجات ضروری ہے۔لذت وجود سے گریز

کرنے والے رفعت خیال سے آشنا کرائے جاتے ہیں۔دوسروں کے درد کو اپنا درد سمجھنے والوں کو بلند خیال عطاء کیا جاتا ہے خدمت انسانیت کے مخلص جذبہ کو فطرت خود رفعت خیال کے زیور سے آراستہ کرتی ہے۔بلند خیالی انسان کا وہ حاصل ہے جو کوشش سے نہیں نصیب سے ملتا ہے۔بلند خیال انسان خاک نشین ہو تب بھی عرش نشین ہے۔رفعت خیال چونکہ عطاء ہے اسلئے صاحب خیال ہمیشہ عطا ہی کرتا ہے۔اگر کمائی ہوتی تو ہمیشہ سنبھال کر رکھی جاتی۔اگر سامان ہوتا تو سجایا جاتا اگر مرتبہ ہوتا تو لوگوں کو ڈرایا جاتا۔لیکن یہ تو عطا ہے۔دینے والے کا عمل دینے والے نے دینے کیلئے دیا۔پس دینے والوں کو اور ایثار کرنے والوں کو بلند خیالی اسلئے ملی کہ وہ خود چراغ کی طرح جلیں اور روشنی بانٹیں بخیل، مطلب پرست، طالب زر سوچتے جائیں کہ یہ سب کیا ہے۔بس خیال ہی تو ہے۔رفعت خیال ہو تو کیا ہے۔رفعت خیال نعمت پروردگار ہے۔زندگی میں حاصل ہونے والا اور زندگی کے بعد بھی رہنے والا سرمایہ۔یہی رفعت خیال ہی تو ہے۔

ارشادات عالیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ (اقتباس چراغ راہ)

دنیا کے تمام تفکرات و آلام کو اللہ کے سپرد کر کے بے فکر ہو جاؤ کہ جو کچھ اس کو کرنا ہے وہی ہوگا اور اسی میں ہمارا فائدہ ہے اور آنے والی مصیبتوں کو اگر کوئی ٹال سکتا ہے تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ٹال سکتا ہے لہٰذا اسی سے دعا کرو، اس کے آگے روؤ اور اسی سے مانگو جو مانگنا ہے۔ہرگز کسی زندہ یا مردہ بزرگ سے استعانت نہ چاہو۔ اسکا ڈائریکٹ تعلق اپنے ہر بندے کے ساتھ ہے۔وہ سمیع ہے، بصیر ہے، مجیب الدعوات ہے اگر اس پر بھی تمہاری دعا قبول نہ ہو تو سمجھ لو کہ جو کچھ تم مانگ رہے ہو اللہ اس کو تمہارے لئے اچھا نہیں سمجھتا۔لہٰذا اپنی مرضی کو اس کی مرضی کے سپرد کر دو۔

نماز مومن کی معراج ہے

(خالد محمود توحیدی)

نماز دین کی بنیاد اور اسلام کا ستون ہے عبادات میں عظیم تر اور محبوب ترین عبادت ہے اس لئے قرآن پاک میں نماز پڑھنے کا حکم تقریباً سات سو مرتبہ دیا گیا ہے اگر اس کو پورے اہتمام و آداب و شرائط کے ساتھ ادا کیا جائے تو کسی دوسری مستقل ریاضت کی ضرورت نہیں اس میں شکر، شغل، مراقبہ، اوراد، مثل تسبیحات، استغفار اور درود شریف وغیرہ جمع ہیں، ہر رکعت میں وہ تمام عبادتیں جمع کر دی گئی ہیں جو آسمان والوں کے لئے اللہ نے الگ الگ مقرر کی ہیں اور نماز کی امتیازی شان تکبیر تحریمہ ہے۔ نماز باقاعدہ پڑھنے سے ہی انسان مسلمان، مومن اور پھر درجہ احسان پر فائز ہوتا ہے۔ اس میں سستی کاہلی بالکل روا نہیں، نماز میں غفلت مذمومہ وہ ہے جس میں جان بوجھ کر اعراض یعنی ٹال مٹول ہو۔ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کا فرمان ہے کہ نماز اختیاری ہے اختیاری شے کے لئے دعا نہیں کی جاتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ " نماز دین کا ستون ہے " یعنی دین کی عمارت ہی نماز پر قائم کی گئی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے گویا جسکو سکون اور طمانیت کی جستجو ہو وہ نماز میں تلاش کرے۔

نماز کے آداب و اسرار:

دل میں کسی چیز کا خیال نہ ہو خواہ کم ہو یا زیادہ کیوں کہ داناؤں نے دنیا کو چھوڑ کر نماز کو اختیار کیا ہے ورنہ دنیا کے تفکرات نمازی کے قلب کو اپنی طرف مائل کر لیتے ہیں۔ سالک ہمہ تن اللہ کے حضور ظاہری و باطنی طور پر اطاعت کا ثبوت دیتا ہے جب نماز شروع کرتا ہے تو باطن کو کسی چیز میں مشغول رکھنے سے پرہیز کرتا ہے۔ انسان ایسی حالت میں نماز نہ پڑھے جبکہ اس کے باطن کا مزاج اعتدال پر نہ ہو، تفکر اور غصہ کی حالت میں ہو یا ترش روئی کی حالت میں ہو بلکہ اس وقت ادا کرے جب اس کے تمام اعضاء پُرسکون ہوں حالتِ نماز میں کوئی حرکت نہ کرے

بلکہ ساکن ہوکر کھڑا ہو۔نماز میں یہ چیزیں شیطانی حرکات ہیں اونگھنا، وسوسہ، جمائی لینا، کھجانا، ادھراُدھر دیکھنا، کسی چیز سے کھیلناوغیرہ،بندہ مومن کونماز کے دوران اپنے دائیں بائیں کی خبر نہ ہو۔رکوع میں اس قدر جھکے کہ اس کا ایک ایک جوڑعرش عظیم کی طرف جھکا ہوامحسوس کرے اور وہ اللہ کی اس قدر تعظیم کرے کہ اس کے دل میں اللہ سے بڑھ کر کوئی چیز عظمت والی نہ رہے اور اپنے آپ کواس قدر حقیر سمجھے کہ گردوغبار سے بھی کم تر ہوجائے۔حالتِ نماز میں اس قدر خشیت طاری ہوکہ دل تقریباً پگھلنے لگے۔جس قدر انسان کوقرب الٰہی حاصل ہوگااسی قدر نماز میں ادب کو ملحوظ رکھے گا۔

نماز میں حضوری قلب:۔

حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا جس نماز میں حضور قلب نہیں اسکی نماز نہیں۔حضور قلب کے موقع پر حجاب اُٹھ جاتا ہے۔جوحضور قلب کے بغیر نماز پڑھتا ہے وہ بے پرواہ اور غافل نمازی ہے، طالب صادق اللہ کی طرف دل سے متوجہ ہوکر اور سراپا چشم و گوش بن کر نماز ادا کرتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے تو اس پر گناہ کا کوئی بوجھ باقی نہیں رہتا۔نماز کے دوران قرآن کی تلاوت زبان سے ادا ہو اور اس کا مفہوم دل ادا کرے جیسے کسی شخص سے مخاطب ہوتے ہیں تو زبان سے گفتگو کرتے ہیں اور اپنے دلی خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔سالک کشادہ دلی کے ساتھ ماسویٰ سے بیزاری کا اظہار کرکے انعام الٰہی کی روشنی سے فیض یاب ہوکر نماز پڑھتا ہے تلاوت قرآن پاک کے الفاظ فضائے قلب پر گونجتے ہیں اور وہ پوری توجہ سے سنتا ہے قرآن کریم کے باطنی معانی کا انکشاف عالم ملکوت کی طرف سے ہوتا ہے اور وہ قلب کی غذا ہے جس کی بدولت روح ،مقدس جبروت الٰہی کی عظمت کا مشاہدہ کرتی ہے اس طرح مشاہدہ اور مطالعہ کے ذریعے شوق ومحبت کے بھنور میں کامل استغراق نصیب ہوتا ہے۔کبھی کبھی سجدہ کرنے والے کو یہ کشف ہوتا ہے کہ وہ سجدہ میں کون ومکاں کی بساط کو لپیٹ رہا ہے اور اس کا قلب کشف ومشاہدہ کی فضاء میں سیر کررہا ہے جب نمازی سجدہ میں محو ہوجاتے ہیں وہ عظمت الٰہی کی چادر کے گوشہ پر سجدہ کرتے ہیں۔

باجماعت نماز صاحب ایمان لوگوں کا باقاعدہ نظم کے تحت اور اپنے سب سے افضل شخص کو امام بنا کر اسکی اقتداء میں پانچ وقت نماز ادا کرنا اقامتِ صلوٰۃ کہلاتا ہے۔ پانچوں وقت کی نماز باجماعت ہے یہی مذہب کی روح ہے۔ جماعت کی نماز کی صفیں ایسی ہوتی ہیں جیسے میدان جنگ میں صف بندی ہوتی ہیں۔

نماز میں خیالات کا ہجوم:

جس کا قلب فکرِ آخرت سے خالی ہو وہ شیطانی وسوسوں کا شکار بن جاتا ہے
اور جس کا یقین کامل اور نورِ معرفت سے معمور ہوتو اسے کسی مشاہدہ اور تصور کی ضرورت نہیں۔

کبھی نماز میں دل لگتا ہے کبھی نہیں لگتا، کبھی ذہن میں سکون ہوتا ہے کبھی انتشار، کبھی وساوس کا ہجوم ہوتا ہے کبھی پریشان خیالیاں حملہ آور ہوتی ہیں نماز کا وقت ہوتے ہی اعصاب پر کاہلی، سستی، اور کسل مندی کا ایسا شدید حملہ ہوتا ہے اور پھر نماز کے دوران دل میں یکسوئی شاذونادر ہی نصیب ہوتی ہے اس سے دل میں کھٹک رہتی ہے کہ ایسی ناقص نماز کا کیا فائدہ جو صرف اُٹھک بیٹھک پر مشتمل ہو یہ بات ذہن میں رہے کہ عمارت کی تعمیر کے لئے ابتداء میں تو صرف بنیاد مضبوط کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے اس کے خوشنما ہونے کے پیچھے نہیں پڑتے۔ جو کچھ جس طرح بھی ہوسکے کرتے رہنا چاہیے اسی پر عمل کرنے سے نماز کامل کا دروازہ بھی اپنے وقت پر کھلنا شروع ہوجاتا ہے ناقص العمل انسان کو اگر نماز کامل پڑھنے والوں کی نقل ہی نصیب ہوجائے تو یہ بھی بڑی سعادت ہے۔ ایک شرابی ہوش وحواس کی درستی کے بغیر بولتا ہے اسی طرح ایک غافل نمازی بھی شرابی کی طرح بے ہوشی میں نماز پڑھتا ہے نماز میں اللہ کے سوا اور کسی کی طرف دھیان دینا سکر (نشہ) کی طرح ہے۔ دورانِ نماز جو وسوسے اور خیالات انسان اپنے دل میں خود لاتا ہے انہیں روکنا اس کے اپنے اختیار میں ہے اس اختیار کو استعمال کرنا اس کا فرض ہے اپنی توجہ نماز کے الفاظ کے معانی کی طرف پھیر دے کیونکہ دل میں بیک وقت دو خیالات سمانے کی گنجائش نہیں ہوتی جو وساوس اور

انتشارات غیر اختیاری طور پر پیدا ہوں ان کی جانب توجہ نہ کرے بلکہ نظر انداز کر کے گزر جانے دے ۔جیسے چھلنی سے پانی گزر جاتا ہے وسوسہ سے قلب کو خالی کرنے کی طرف متوجہ ہونا یہ خود ایک وسوسہ بن جاتا ہے، غیر اختیاری وساوس آنے کی وجہ سے مایوسی یا پریشانی کی ضرورت نہیں ۔

خشوع خضوع:۔

خشوع کا مقصد سکون قلب ہے یہ اس وقت ہوتا ہے جب اس میں افکار یا وساوس حرکت نہ کریں ان کی حرکت روکنا بڑی حد تک اختیاری امر ہے نماز میں الفاظ و معنی اور حق تعالیٰ کی طرف توجہ کرے معتدل توجہ کافی ہے، ساری نماز میں یہ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو دیکھ رہا ہے یہ مقام احسان کہلاتا ہے ۔نماز کا مقصد قلب کی توجہ کو اللہ کی جانب راسخ کرنا ہے اگر مستقل کوشش اور مجاہدہ کے ذریعہ رفتہ رفتہ نماز بلا تکلف پڑھنے کی عادت پڑ گئی تو اب اپنی اپنی استعداد کے مطابق کسی نہ کسی درجہ میں رسوخ حاصل ہو گیا ۔جب بندہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو وہ رحمٰن کے سامنے ہوتا ہے ۔اسے اللہ کے قرب کا تصوّر رہونا چاہیے ۔نماز سے اللہ اور بندے کے درمیان تعلق ظاہر ہوتا ہے ۔جب بندہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے اور اس کے درمیان حجاب اٹھا دیتا ہے اور فرشتے بھی اس کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور نمازی کی دعا پر آمین کہتے ہیں جب کسی چیز پر اللہ کی تجلیات کا نزول ہو تو وہ خشوع وخضوع اختیار کر لیتی ہے اسی طرح جب قلب خشوع اختیار کرتا ہے تو اس کے اعضاء بھی خشوع اختیار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب تم نماز پڑھو تو مجھے اپنے قلب کا خشوع ،اپنے بدن کی نیازمندی اور اپنی آنکھوں کے آنسو نذر کر دو اس وقت میں (اللہ) تمھارے قریب ہونگا، اللہ کا خوف خشوع کا باعث ہوتا ہے اور خشوع سے عبادت آسان ہو جاتی ہے اور شعوری طور پر سوچ سمجھ کر، یکسوئی اور خشوع سے دو رکعت نماز ادا کرنا رات بھر جاگنے سے بہتر ہے ۔بندہ مومن اس طرح نماز پڑھتا ہے جس طرح ایک رخصت ہونے والا نماز پڑھتا ہے۔ حضورﷺ نے فرمایا کہ منافقانہ خشوع وخضوع سے اللہ کی پناہ چاہو، لوگوں نے کہا کہ منافقانہ خشوع کیا ہے تو آپﷺ نے فرمایا کہ جسم تو خشوع اختیار کرے مگر قلب بدستور منافق رہے"۔

سجدہ کے وقت دونوں آنکھیں کھلی ہوئی ہوں کہ وہ بھی سجدہ کرتی ہیں جب سجدہ کے لئے گرے تو پہلے اپنے گھٹنے زمین پر رکھے پھر دونوں ہاتھ اس کے بعد پیشانی اور ناک رکھی جائے اور سجدہ میں اپنی کہنیوں کو اپنے پہلوؤں سے الگ رکھے، وہ زمین پر اپنے بازوؤں کو نہ پھیلائے۔اگر نظر کے منتشر ہونے سے خیالات منتشر ہونے لگیں تو خشوع پیدا کرنے کے لئے آنکھیں بند کی جاسکتی ہیں۔نماز میں کسی خاص وجدانی کیفیت یا استغراقی لطف وسرور کی تلاش میں سرگرداں نہ ہو نماز اللہ کے لئے صحیح طور پر پڑھی جائے لطف وسرور کا مزا اٹھانے کے لئے نہیں۔ روح کا قلب کے ساتھ گہرا تعلق ہے جب وہ بارگاہ الٰہی کو جھانکنے کے لئے بلند ہونے کا ارادہ کرتی ہے تو اس کا جسم جنبش میں آکر مضطرب ہوتا ہے۔حضرت موسیٰ جب نماز اور دعا اور مناجات کرتے تو آپؑ پر روحانی واردات نازل ہوتیں جس سے ان کا باطن اس طرح لہرانے لگتا تھا جس طرح پُرسکون سمندر میں ہوا چلنے سے لہروں میں تلاطم آتا ہے پھر اللہ کے فضل کی بادِ نسیم چل پڑتی تھی۔یہودیوں نے آپؑ کی ظاہری حالت دیکھی تو وہ باطنی اثر کے بغیر بھی جھومنے لگے ۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے دل سے اللہ کی عظمت جاتی رہی ہے ان کے جسم تو گواہی دے رہے ہیں لیکن قلوب خالی ہوگئے ہیں اس لئے نماز کے دوران یہودیوں کی طرح جھومنے سے منع فرمایا گیا ہے۔نماز کے پرسکون ہونے سے نماز کی تکمیل ہوتی ہے۔مومن نسیم روحانی کے جھونکوں کے سامنے اس وقت تک کھڑا رہتا ہے جب تک وہ مکمل طور پر فیض یاب نہ ہو جب اس کے آثار وجود محو ہو جائیں گے تو وصال کے مقام پر فائز ہوگا۔دنیاوی تفکرات کی وجہ سے خیالات میں یکسوئی نہیں ہوتی جب تک نماز کو نہ سنوارے تاکہ طبیعت نماز کی طرف راغب ہو اور خدائی مناجات کے لئے تیار ہو، سنت مو کدہ غفلت اور باطنی کدورت کے اثرات کو دور کرتی ہے۔سنت ایک عمدہ پیش خیمہ ہے جس سے برکات نازل ہوتی ہیں اور فیض حاصل ہوتا ہے، ہر فرض نماز کی ادائیگی پر توبہ کی تجدید کرنا چاہیے۔جو خشوع اختیار نہیں کرتا اس کی نماز فاسد ہوجاتی ہے۔

اپنے ضمیر سے جواب لیجئے

(مولانا محمد یوسف اصلاحی)

حیرت ہے! آپ کو اپنی عظمت و رفعت کا احساس کیوں نہیں ہے۔ بالکل غلط ہے کہ آپ کی عظمت و رفعت تاریخ کے گمشدہ اوراق ہیں یا دورِ ماضی کی بھولی بسری داستان ہے۔ آپ کو کونین کی دولت حاصل ہے۔ وہ دولت جس کے مقابلے میں ہر دولت ہیچ ہے۔ جی نہیں! بلکہ اس دولت سے دنیا کی کسی بڑی سے بڑی متاع کا مقابلہ بھی اسکی توہین اور فکر و دانش کے ساتھ ظلم ہے۔ آپ کیوں بھول رہے ہیں کہ آپ کو عشق رسول ﷺ کی عظیم دولت حاصل ہے آپ کے دل میں محبتِ رسول کی شمع فروزاں ہے۔ عشقِ رسول ﷺ ایمان کی علامت ہی نہیں اصل ایمان ہے۔ ایمان کائنات کی سب سے بڑی نعمت ہے۔

ایمان کا اصل سرچشمہ اللہ کی ذات ہے اور اس وقت روئے زمین پر اللہ کی معرفت اور اس پر ایمان کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ اقدس، آپ سے تعلق دراصل اللہ سے تعلق ہے اور آپ کے تعلق سے محرومی اللہ کے تعلق سے محرومی ہے۔ اللہ کا بننے کیلئے ناگزیر ہے کہ آپ محمد ﷺ کے بن جائیں۔ اللہ پر ایمان کا ایک ہی راستہ ہے کہ آپ محمد ﷺ پر ایمان لائیں اور ایمان کی تکمیل اسی وقت ہوگی جب عشقِ رسول ﷺ سے آپ کا سینہ سرشار ہو اور آپ کے دل میں رسول ﷺ کی محبت ہر چیز سے زیادہ اور ہر چیز پر غالب ہو۔ خود حضور ﷺ کا ارشاد ہے: "تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ، اسکے بیٹے اور دوسرے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (البخاری کتاب الایمان باب ۸)

" کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے اہل و مال سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں" (مسلم)

حضرت عبداللہ بن ہشامؓ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ عمرؓ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ عمرؓ نے آپ ﷺ سے کہا یا رسول اللہ! آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں مگر اپنی جان سے نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں عمرؓ! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تم مومن تو اسی وقت ہو گے جب میری محبت تمہارے دل میں اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہو گی۔ یہ سنتے ہی عمرؓ نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ! اللہ کی قسم اس لمحے سے آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ہاں عمرؓ! اب تم کامل مومن ہوئے۔

دراصل ایمان یہی ہے کہ دل میں عشق رسول ﷺ کی آگ فروزاں ہو جو سینہ اس آگ سے محروم ہے اسے اللہ سے کوئی سروکار نہیں اور وہ ایمان سے محروم ہے۔ اللہ کی رضا پانے کی بس یہی ایک سبیل ہے کہ آپ کا دل عشق رسول کی تپش سے گرمائے اور رسول ﷺ کا تعلق آپ کو ہر تعلق سے زیادہ عزیز تر ہو۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی ست

(مصطفیٰ سے تعلق جوڑو کہ دین سراسر یہی ہے کہ اگر تم رسول تک نہ پہنچے تو پھر جو کچھ ہے وہ دین نہیں ابولہبی اور گمراہی ہے)

آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ کو عشقِ رسول ﷺ کی دولت حاصل ہے اور آپ کو اپنی اس سعادت پر فخر بھی ہے۔ بیشک یہ بہت بڑی دولت ہے، بہت بڑی سعادت ہے اور اس پر فخر بالکل بجا ہے۔ لیکن میرا احساس یہ ہے کہ آپ کو اسکی عظمت و رفعت کا صحیح شعور نہیں ہے۔ آپ کو وہ کچھ حاصل ہے جو اس روئے زمین پر کسی کو حاصل نہیں ہے۔ آپ کے پاس وہ سرمایہ ہے جو کسی کو میسر نہیں، پھر آپ آخر مایوسی، احساس کمتری، مسکنت اور حقارت کا شکار کیوں ہیں؟ اگر آپ کا یہ احساس بیدار رہو کہ آپ کو بیش بہا نعمت حاصل ہے تو کبھی آپ مایوسی کا شکار نہ ہوں۔

کبھی آپ یہ نہ سوچیں کہ آج کی زندگی میں آپ کیلئے کچھ نہیں ہے اور آپ خالی ہاتھ ہیں۔اس دولت وعظمت کا احساس جس حد تک بیدار رہو تا جائے گا۔آپ کی زندگی میں اسکے اثرات نمایاں ہوتے جائیں گے۔یہ احساس آپ کو آپ کا مقام یاد دلائے گا اور آپ کو بے چین رکھے گا کہ جو دعویٰ آپ نے کیا ہے اس کا ثبوت دیجئے۔جس دولت پر آپ کو فخر ہے اور جسے آپ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ قیمتی سمجھتے ہیں،اپنی زندگی سے اس کی قدر و قیمت کا اظہار کیجئے۔یہ احساس جوں جوں جاندار ہوتا جائیگا،آپ کے دعوے اور عملی زندگی کے درمیان فاصلہ کم ہوتا جائیگا اور پھر سماج میں آپ کو یہ شرف بھی حاصل ہوسکتا ہے کہ اسی دولت وعظمت سے آپ پہچانے جائیں،اسی سے سماج میں آپ کا مقام ومرتبہ متعین ہو اور اسی کی نسبت سے لوگ آپ پر رشک کی نگاہیں ڈالیں۔

عشق رسول کا دعویٰ کرنے والے کیلئے اللہ نے ایک لائحہ عمل دیا ہے۔یہ لائحہ عمل ہے تو لفظوں میں مگر ایسا دشوار اور مشکل کہ زندگی بھر اس پر سرگرم عمل رہنے پر بھی حق یہی ہے کہ اس کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔یہ لائحہ عمل رہتی دنیا تک کے واسطے ان سب لوگوں کے لئے ایک کسوٹی بھی ہے جو عشقِ رسول ﷺ کا دعویٰ کریں اس لائحہ عمل کو ذہن میں تازہ کیجئے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب ٣٣: ٢١)

(رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔)

چند سوالات آپ کے سامنے رکھے جاتے ہیں۔آپ ان کے جوابات اپنے ضمیر سے حاصل کیجئے اور پھر انہی کی روشنی میں سوچیے کہ آپ اپنے دعویٰ میں کس حد تک صادق ہیں۔عشق رسول ﷺ کی دولت پر فخر کرنے میں کہاں تک حق بجانب ہیں اور اس لائحہ عمل پر کس حد تک سرگرمِ عمل ہیں۔

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے آپکی خاطر جو لرزہ خیز دکھ اُٹھائے ان کو یاد کرکے کتنی بار آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکے ہیں؟

۲۔ رسول اللہ ﷺ کو یاد کرکے کتنی بار پیار کے جذبات سے سرشار ہوکر آپ نے بے اختیار دل کی گہرائیوں سے درود وسلام پڑھا ہے؟

۳۔ رسول ﷺ کے حالات جاننے کے لئے آپ کس حد تک بے چین رہتے ہیں اور سیرت پاک کے مطالعہ کا کس حد تک اہتمام کرتے اور کتنا وقت اس میں صرف کرتے ہیں؟

۴۔ رسول اللہ ﷺ کی یاد نے کتنی بار آپ کو تڑپایا اور کتنی بار آپ کے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ آپ روضہ اقدس پر حاضری دیں ؟

۵۔ آپ کی ذاتی مصروفیات ، آپ کے اخلاق و کردار آپ کی رفتار و گفتار میں سیرتِ رسول ﷺ کی کس قدر جھلک ہے ۔؟

۶۔ آپ کی گھریلو زندگی کس حد تک ان احکام کے مطابق ہے جو رسول ﷺ سے آپ کو اس سلسلے میں ملے ہیں؟

۷۔ اگر خدا نے آپ کو علم و دانش تجربہ اور دولت و ثروت سے نوازا ہے تو آپ کی یہ قوت و صلاحیت اور یہ وسائل اور ذرائع کس حد تک دین کی اشاعت و اقامت اور ملّت کی فلاح و بہبود میں کام آرہے ہیں؟

۸۔ آپ اپنے سماج اور سوسائٹی کو تعلیماتِ رسول ﷺ کی خیر و برکت سے مالا مال کرنے کے لئے کیا کچھ کر رہے ہیں؟

۹۔ اگر آپ نوجوان ہیں تو جوانی کی اُمنگیں کیا ہیں، اور آپ کا گرم خون کس حد تک اس باغ کو سینچنے کے کام آرہا ہے، جو رسول اللہ ﷺ نے لگایا تھا؟

۱۰۔ اگر آپ خاتون ہیں تو اپنے دائرہ کار میں دین کی اشاعت اور سنت کا شوق اُبھارنے کیلئے آپ کے کیا پروگرام ہیں ؟

۱۱۔ اللہ نے آپ کو اولاد کی جو بے بہا نعمت دی ہے، ان کو اسلام کے مطابق پروان چڑھانے اور اسلام کا فدا کار بنانے کے لئے کیا کر رہی ہیں؟

۱۲۔ دنیا کی زندگی میں قدم قدم پر آپ کے سامنے یہ موڑ آتا ہے کہ رسول ﷺ کا منشاء کچھ اور ہے اور دنیا کا منشاء کچھ اور ایسے موقع پر آپ کا فیصلہ کیا ہوتا ہے؟

۱۳۔ کتنی بار اس فکر نے آپ کے سکون کو برباد کر دیا ہے اور آپ بے چین ہو گئے ہیں کہ کل حشر کے میدان میں حضورﷺ کا سامنا ہو گا۔ میرا قول و عمل ایسا نہ ہو کہ آپﷺ مجھ سے خفا ہو کر رُخ پھیر لیں؟

۱۴۔ کتنی بار اس آرزو نے آپ کو مضطرب کیا ہے کہ دوسری زندگی میں آپ کو رسول پاکﷺ کی معیت اور رفاقت حاصل ہو۔؟

یہ چند سوالات ہیں، تنہائی کی گھڑیوں میں ان کا جواب اپنے ضمیر سے لیجئے اور پھر دوسروں کو مطمئن کرنے کی فکر سے بے نیاز ہو کر خود کو ہی مطمئن کرنے کی فکر میں لگ جائیے دوسروں کو اطمینان دلانے کے غم میں ہرگز وقت ضائع نہ کیجیے۔ آپ کے جذبات کو گرمانے کے لئے میں سیرت کے ضخیم ذخیرے سے ان لوگوں کی زندگیوں کی دو چار جھلکیاں پیش کرتا ہوں، جنہیں عشق رسولﷺ کے دعوے کا پاس تھا اور جن کا عشق ان کے قلب کو گرماتا اور ان کی روح کو تڑپاتا رہتا تھا۔

☆ ایک دن حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا " جمعرات کا دن کس قدر سخت تھا اس کے بعد آپؓ زار و قطار رونے لگے اور اس قدر روئے کہ زمین کی کنکریاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ حضرت سعید بن جبیرؓ نے پوچھا کہ جمعرات کا دن کیا؟ فرمایا اسی دن آپﷺ کے مرض میں شدت پیدا ہوئی تھی۔

☆ ایک بار عمر فاروقؓ کاشانہ نبوت میں تشریف لے گئے دیکھا کہ حضورﷺ چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور نیچے کوئی بستر نہیں ہے جسم اطہر پر پر صرف ایک تہبند ہے۔ پہلو میں کھجور کی چٹائی سے بدھیا پڑ گئی ہیں گھر میں صرف ایک مٹھی بھر جو ہیں یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے حضورﷺ نے فرمایا عمرؓ! کیوں رو رہے ہو؟ عرض کی " کیسے نہ روؤں آپﷺ کی یہ حالت ہے اور قیصر و کسریٰ ٹھاٹ کر رہے ہیں" ارشاد فرمایا عمرؓ! کیا تمھیں یہ پسند نہیں ہے کہ ہمارے لئے آخرت اور ان کے لئے دنیا ہو۔:"

☆ حضرت جابرؓ کے والد ماجد جب غزوہ اُحد کی شرکت لئے روانہ ہونے لگےتو اپنے بیٹے سے کہا" میرا خیال ہے مجھے ضرور شہادت نصیب ہوگی اور دیکھو مجھے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ہے۔تم میرا قرض ادا کردینا اور اپنے بھائیوں سے نیک سلوک کرنا۔"

☆ حضرت علیؓ سے کسی نے پوچھا آپ کو حضور ﷺ سے کتنی محبت تھی۔ارشادفرمایا"اللہ کی قسم!حضور ﷺ ہم لوگوں کواپنے مال اپنی جان اپنی اولاد اوراپنی ماں سے اور جب پیاس سے دم نکل رہا ہو،اس حالت میں ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب اورعزیز تھے۔"

فرمودات عالیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ (اقتباس از تعمیر ملت)

تمام علم وتربیت،فضل وکمال، زہد وتقوی،عبادت وریاضت اور ولایت و معرفت کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ آدمی حسن اخلاق کا پتلا اور رحم وکرم کا مجسمہ ہو۔جب تک یہ نہ ہوگا ہم کتنی ہی نمازیں پڑھیں،روزے رکھیں،حج کریں یا زکوۃ دیں،ملت اپنا کھویا ہوا مقام حاصل نہیں کرسکتی۔اس لیے ضروری ہے کہ عبادت کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ ہر مسلمان حسن اخلاق یا اخلاق کامل پیدا کرنے کو اپنے اوپر لازم قرار دے حسن اخلاق صرف ان باتوں میں مضمر ہے کہ اول تمہارے کسی قول وفعل یا حرکت سے کسی انسان کو رنج ،تکلیف یا نقصان نہ پہنچے،سوائے اس حالت کے جب تم پر ظلم ہورہا ہو یا تم کو فرائض بجا آوری میں حق کی خاطر ایسا کرنا پڑے۔دوسرا یہ کہ ہمیشہ خوش رہو اور دوسروں کو خوش رکھو،ہر ایک کو خوش رکھنا بہت مشکل ہے،تمہارا کام صرف کوشش کرنا ہے،اگر سب نہیں تو زیادہ سے زیادہ لوگ تو خوش رہ سکیں گے۔

برداشت

(جاوید چوہدری)

وہ یہودی تھا اور اسلام پر پی ۔ایچ ۔ڈی کر رہا تھا۔میری اس سے پیرس میں ملاقات ہوئی ۔پیرس میں دنیا کا بہت بڑا اسلامک سنٹر ہے اور یہ سنٹر علم کا خزانہ ہے ۔فرانسیسی ماضی میں بے شمار اسلامی ممالک کے حکمران رہے ۔یہ لوگ ان اسلامی ممالک سے قلمی نسخے قدیم کتابیں اور قدیم مکتوبات جمع کرتے رہے پیرس لاتے رہے اور پیرس میں اسلامک سنٹر بنا کر یہ علم کا خزینہ اس میں رکھ دیا ۔یہ عمارت دریائے سین کے کنارے واقع ہے ۔عمارت وسیع بھی ہے خوبصورت بھی، جدید بھی اور آٹھ دس منزلہ ۔عمارت کی چھت پر چار شاندار کیفے اور ریستوران ہیں ۔ڈاکٹر حمیداللہ کا زیادہ تر وقت اسی سنٹر میں گزرتا تھا ۔وہ سنٹر کے قریب رہتے تھے ۔ان کی مسجد بھی سنٹر سے چند قدم کے فاصلے پر تھی ۔میں جب بھی پیرس جاتا اس سنٹر کا چکر ضرور لگاتا ۔میں اسلام پر جدید او رقدیم کتابیں دیکھتا ہوں شام کو سنٹر کی چھت پر بیٹھ کر کافی پیتا ہوں ۔اسلامی دنیا کی عقل وفراست پر ماتم کرتا ہوں ۔یہ سوچتا ہوا لفٹ کے ذریعے نیچے آجاتا ہوں کہ اسلامی ممالک نے ایسا سنٹر کیوں نہیں بنایا ۔ہم نے یہ علم کا خزانہ کیوں جمع نہیں کیا ۔اور انہوں نے عیسائی ہونے کے باوجود اسلامی کتابیں کیوں جمع کر رکھی ہیں ۔وہ یہودی مجھے اس سنٹر کی چھت پر ملا وہ اپنی نشست سے اٹھا مجھے السلام علیکم کہا اور عربی میں گفتگو شروع کر دی میں نے اس سے معذرت کی اور عرض کیا کہ میں عربی نہیں جانتا ۔اس نے پوچھا کیا آپ مسلمان ہیں؟ ۔میں نے جواب دیا الحمداللہ، اس نے حیرت سے پوچھا پھر آپ کو عربی کیوں نہیں آتی ۔میں نے عرض کی کہ میں پاکستانی مسلمان ہوں اور پاکستان میں بچوں کو عربی کی بجائے انگریزی پڑھائی جاتی ہے اس کے ساتھ ہی اس نے قہقہہ لگایا ۔وہ مجھے مصری مسلمان سمجھ کر میرے پاس آیا تھا ۔یورپ اور امریکہ کے عیسائی اور یہودی مصریوں کو بہت پسند کرتے ہیں ۔اس کی شاید دو وجوہات ہیں پہلی وجہ مصری لوگوں میں

ہمارے مقابلے میں زیادہ برداشت ہوتی ہے۔ یہ لوگ ہر قسم کی بات برداشت کرتے ہیں۔ جبکہ ہم بہت جلد بھڑک اٹھتے ہیں دوسری وجہ یہودیت اور عیسایت دونوں نے اس خطے سے جنم لیا۔ ماضی میں شام لبنان، فلسطین اور اردن مصر کا حصہ ہوتے تھے۔ چنانچہ یہودیت ہو یا عیسایت ان کی بنیاد مصری علاقوں میں پڑی۔ لہذا یہ لوگ مصریوں سے ڈائیلاگ میں سہولت محسوس کرتے ہیں۔ مصری لوگ ہمارے مقابلے میں زیادہ پڑھے لکھے بھی ہیں۔ یہ دین سائنس اور ادب تینوں شعبوں میں مسلم ممالک سے آگے ہیں۔ میں پاکستانی بھی نکلا اور مجھے عربی بھی نہیں آتی تھی۔ لیکن اس کے باوجود وہ میرے پاس آچکا تھا چنانچہ اس نے واپس جانا خلاف تہذیب سمجھا اور وہ میرے پاس بیٹھ گیا۔ میں نے اس سے پوچھا کیا آپ مسلمان ہیں۔ "اس نے مسکرا کر جواب دیا نہیں میں جارڈن کا یہودی ہوں اور پیرس میں اسلام پر PHD کر رہا ہوں"۔ میں نے پوچھا تم اسلام میں کس پہلو پر PHD کر رہے ہو۔ وہ شرما گیا اور تھوڑی دیر رک کر بولا "میں مسلمانوں کی شدت پسندی پر ریسرچ کر رہا ہوں" میں نے قہقہ لگایا اور اس سے پوچھا تمہاری ریسرچ کہاں تک پہنچی۔ اس نے بتایا کہ میری ریسرچ مکمل ہو چکی ہے۔ میں اب پیپر لکھ رہا ہوں میں نے پوچھا تمہاری ریسرچ کی فائنڈنگ کیا ہے۔ اس نے لمبا سانس لیا اور دائیں بائیں دیکھا گردن ہلائی اور آہستہ آواز میں بولا "میں پانچ سال کی مسلسل ریسرچ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں مسلمان اسلام سے زیادہ اپنے پیارے نبی ﷺ سے محبت کرتے ہیں یہ اسلام پر ہر قسم کا حملہ برداشت کر جاتے ہیں لیکن یہ پیارے نبی ﷺ کی ذات پر اٹھنے والی کوئی انگلی برداشت نہیں کرتے۔ یہ جواب میرے لئے حیران کن تھا۔ میں نے کافی کا مگ میز پر رکھا سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ وہ بولا "میری ریسرچ کے مطابق مسلمان جب بھی لڑے، یہ جب بھی اٹھے اور یہ جب بھی لپکے اس کی وجہ نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی تھی۔ آپ خواہ ان کی مسجد پر قبضہ کر لیں اور ان کی حکومتیں ختم کر دیں۔ قرآن مجید کی اشاعت پر پابندی لگا دیں یا آپ ان کا پورا کا پورا خاندان مار دیں یہ برداشت کر جائیں گے۔ لیکن آپ جونہی ان کے رسول اکرم ﷺ کا نام غلط لہجے میں لیں گے تو

یہ تڑپ اٹھیں گے اور اس کے بعد آپ پہلوان ہوں یا فرعون یہ آپ کے ساتھ ٹکرا جائیں گے"۔ میں حیرت سے اس کی طرف دیکھتا رہا وہ بولا "میری فائنڈنگ ہے جس دن مسلمانوں کے دل میں اپنے رسول ﷺ کی محبت نہیں رہے گی اس دن اسلام ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ آپ اگر اسلام کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو مسلمانوں کے دل سے ان کا رسول ﷺ نکالنا ہوگا"۔ اس نے اس کے ساتھ ہی کافی کا مگ نیچے رکھا سلام کیا اور اٹھ کر چلا گیا۔ لیکن میں اس دن سے ہکا بکا بیٹھا ہوں۔ میں اس یہودی کو اپنا محسن سمجھتا ہوں۔ کیونکہ میں اس ملاقات سے پہلے تک صرف سماجی مسلمان تھا لیکن اس نے دو فقروں میں مجھے پورا اسلام سمجھا دیا۔ میں جان گیا رسول ﷺ سے محبت اسلام کی روح اور کامل ایمان ہے۔ اور یہ روح جب تک قائم ہے، اس وقت تک اسلام کا وجود بھی سلامت ہے۔ جس دن یہ روح ختم ہو جائے گی اس دن ہم میں اور، عیسائیوں، یہودیوں میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔ ہم مسلمان جتنے بھی گنہگار، لبرل، ماڈرن اور بردباشت کے چیمپئن ہو جائیں ہم نبی اکرم ﷺ کی ذات پر کوئی سمجھوتا نہیں کرتے۔ کیونکہ ہم میں سے ہر شخص کسی نہ کسی حد تک حضرت اویس کرنیؓ ہے۔ حضرت اویس کرنیؓ ایک آدھ بار کے علاوہ کبھی یمن سے باہر نہیں نکلے۔ آپ کی والدہ ماجدہ علیل تھیں۔ چنانچہ آپ والدہ کی خدمت کرتے رہے اور رسول ﷺ کی ذات سے عشق۔ اللہ کی ذات کو یہ خدمت گزاری اور عشق رسول ﷺ اس قدر بھایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اویس کرنیؓ کو نبی پاک کے ظاہری دیدار کے بغیر صحابی کا درجہ دیدیا۔ حضرت اویس کرنیؓ کو پیارے رسول ﷺ سے اتنی شدید محبت تھی کہ آپ کو جب معلوم ہوا کہ جنگ احد میں پیارے نبی ﷺ کا دانت مبارک شہید ہو گیا ہے تو یہ سوچ کر خبر نہیں کہ نبی پاک ﷺ کا کونسا دانت شہید ہوا ہے تو آپ نے اپنے تمام دانت توڑ ڈالے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں اپنے خلیفہ کو کوئی مشورہ دینا تھا۔ آپ نے حضرت عمر فاروقؓ کو مدینہ کی حد پر بلوایا خود مدینہ کی حد سے باہر کھڑے رہے۔ حضرت عمرؓ کو مدینہ کی حدود میں کھڑا کر کے مخاطب ہوئے حضرت عمرؓ نے اس عجیب و غریب حرکت کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا اے عمر میں اس سرزمین پر کیسے پاؤں رکھ سکتا ہوں۔

جس میں نبی اکرم ﷺ آرام فرما رہے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ہم مسلمان اپنے پیارے نبی ﷺ سے عشق کرتے اور بلند و بالا درجات پاتے ہیں۔حضرت ابو دجانہؓ جلیل القدر صحابی تھے۔جنگ احد میں آپ رسول ﷺ کی حفاظت پر معمور تھے۔رسول ﷺ پر تیر برس رہے تھے حضرت ابو دجانہؓ نے محسوس کیا میں اگر لڑوں گا تو میری پشت آپ ﷺ کی طرف ہوگی۔اور یہ بے ادبی ہوگی چنانچہ آپ اپنا سینہ رسول ﷺ کی طرف کر کے کھڑے ہو گئے آپؓ نے تمام تیر اپنی پشت پر سہے۔

ماشاءاللہ ہم سب کے اندر بھی ایسا ہی جذبہ موجزن ہے۔تیر لوہے کا ہو یا توہین کا ہم اسے اپنی پشت اور سینے دونوں پر سہتے ہیں۔لیکن توہین یا زیادتی کا کوئی تیر رسول ﷺ کی ذات کی طرف نہیں جانے دیتے۔یورپ اور امریکہ کو اگر یقین نہ آئے تو یہ پاکستان سے لیکر طرابلس تک پھیلی آگ دیکھ لے۔متعصب یہودی اور عیسایوں نے ناپاک فلم بنائی مسلمانوں کی برداشت کو دیکھنے کیلئے مگر پوری دنیا میں امریکی اور یورپی سفارتخانوں کی زندگی داؤ پر لگ گئی آپ حد ملاحظہ کیجئے کہ لیبیا کے مسلمانوں نے اس بن غازی میں امریکی سفیر کو قتل کر دیا۔جس پر اس وقت امریکہ کا قبضہ ہے جبکہ لیبیا ،مصر،تیونس ، لبنان اور اردن، انڈونیشیاء،ملائشیا ، نائجیریا ،مراکش، بنگلہ دیش اور پاکستان میں امریکی سفارتکار منہ چھپاتے پھر رہے ہیں۔اہل مغرب کو ان واقعات سے سبق سیکھنا چاہیے اور اہل مغرب کو ٹیری جونز اور سام باسیل جیسے متعصب لوگوں کے خلاف قانون سازی کرنی چاہیے اور انہیں یہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ امریکہ یورپ کا کوئی شہری ہمارے پیارے رسول ﷺ کی توہین نہیں کرے گا ورنہ دوسری صورت میں جو لوگ اپنے پیار نبی ﷺ کی محبت میں اپنے منہ کے سارے دانت توڑ سکتے ہیں تو اہل مغرب کے متعصب گستاخو! ہمارا امتحان نہ لو ہم تمہارے دانتوں کے ساتھ تمہارے جبڑے بھی توڑ دیں گے <u>آپ سب ہماری برداشت کا امتحان لے لیں۔لیکن آپ ہمارے عشق کا امتحان نہ لیں۔کیونکہ ہم عشق رسول ﷺ سے سرشار پر باش ہیں۔محبت سے لبریز ہیں۔جان دینے والے لوگ ہیں۔جان دے دیں گے مگر آپ ﷺ کے متعلق گستاخیاں برداشت نہیں کریں گے۔نہیں کریں گے۔</u> (بشکریہ "روزنامہ خبریں")

توبہ کی فضیلت

(ڈاکٹرلیاقت علی خان نیازی)

اگر ہم اللہ تعالیٰ کے مبارک ناموں میں غور فکر کریں تو اللہ تعالیٰ کی غفاریت اور اس کے بے کراں لطف وکرم کا پتہ چلتا ہے۔

مثلاً: الرحمٰن: بے حد رحم کرنے والا الرحیم: بڑا مہربان
الطیف: بڑا باریک بین وکرم کرنے والا الکریم: بہت کرم کرنے والا
الودود: بہت محبت کرنے والا البر بڑا اچھا سلوک کرنے والا
التواب: بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا الغفور: بہت زیادہ معاف کرنے والا
الرؤف: بہت بڑا شفیق (بحوالہ :حصن حصین ،صفحات ۵۸۔۴۴)

توبہ کا دروازہ تو ہر ایک کے لئے ہر وقت کھلا ہے حتیٰ کہ موت کے آثار نمایاں نہ ہوجائیں ۔علاوہ ازیں قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بار بار توبہ کی اہمیت اور قبولیت کو بیان فرمایا:

" کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے"۔(التوبہ۔۱۰۴)

"توبہ ان لوگوں کیلئے نہیں ہے جو گناہ کئے چلے جاتے ہیں حتیٰ کہ ان میں سے کسی ایک کی موت سامنے آ کھڑی ہوتی ہے تو وہ کہتا ہے میں توبہ کرتا ہوں اب ان لوگوں کیلئے توبہ نہیں ہے جو کفر کی حالت میں مرتے ہیں"۔(النساء۱۸)۔

توبة النصوح :

سورۃ تحریم کی آیت نمبر ۸ میں ارشاد ربانی ہے: "اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے سچی وخالص توبہ کرو ممکن ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ دور کردے"۔

سورۃ تحریم کی آیت نمبر ۸ کی روشنی میں خالص توبہ کی شرائط ذیل ہیں:

(1) جس گناہ سے وہ توبہ کررہا ہے، اسے ترک کردے۔

(2) اس پر اللہ کی بارگاہ میں ندامت کا اظہار کرے۔

(3) آئندہ اسے نہ کرنے کا عزم رکھے۔

(4) اگر اس گناہ کا تعلق حقوق العباد سے ہے تو جس کا حق غصب کیا ہے، اس کا ازالہ کرے جس کے ساتھ زیادتی کی ہے، اس سے معافی مانگے محض زبان سے توبہ توبہ کر لینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

توبہ کی اہمیت و قبولیت احادیث کی روشنی میں:

آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

"ابلیس (شیطان) نے اپنے پروردگار سے عرض کیا: تیری عزت وجلال کی قسم! میں اولادِ آدم کو جب تک ان کے (بدن میں) جانیں ہیں برابر گمراہ کرتا رہونگا۔ تو اس پر اس کے پروردگار نے فرمایا "تو مجھے بھی اپنی عزت وجلال کی قسم ہے کہ میں بھی ان کی برابر مغفرت کرتا رہونگا جب تک وہ مجھ سے مغفرت مانگتے رہیں گے"۔ ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنا شروع کر دیا ہائے میرے گناہ! تو اس پر حضور ﷺ نے فرمایا تو استغفار کیوں نہیں کرتا!

ایک اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کے گناہ معاف فرما دیتا ہے اگرچہ اس کے گناہ سمندر کے جھاگ کی مانند (بے شمار) ہوں۔

توبہ کا طریقہ اور دعا: انسان سے جب بھی کوئی خطا سرزد ہو جائے یا گناہ کر بیٹھے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنا چاہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور دونوں ہاتھ اٹھا کر کہے: اے اللہ! میں تیرے سامنے اس (خطا یا گناہ) سے توبہ کرتا ہوں اور (عہد کرتا ہوں) کہ پھر کبھی یہ (گناہ یا خطا) نہیں کروں گا۔

نمازِ توبہ: "جو شخص بھی کوئی گناہ کر بیٹھے تو فوراً کھڑا ہو اور اچھی طرح غسل کرے یا وضو کرے پھر دو رکعت نماز توبہ پڑھے اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے اس گناہ کی مغفرت طلب کرے" حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مومن بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے

تو اس کے نتیجہ میں اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، پھر اگر اس نے اس گناہ سے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں معافی اور بخشش، التجاو استدعا کی تو وہ سیاہ نقطہ زائل ہو جاتا ہے اور قلب صاف ہو جاتا ہے اگر اس نے گناہ کے بعد توبہ و استغفار کے بجائے مزید گناہ کئے اور گناہوں کی وادی میں قدم بڑھائے تو دل کی وہ سیاہی اور بڑھ جاتی ہے، یہاں تک کہ قلب پر چھا جاتی ہے۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا "خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کی توبہ سے اس مسافر آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو دوران سفر کسی ایسی غیر آباد اور سنسان زمین پر اتر گیا ہو جو سامان حیات سے خالی اور اسباب ہلاکت سے بھرپور ہو اور اس کے ساتھ بس اس کی سواری کیلئے اونٹنی ہو اسی پر اس کے کھانے پینے کا سامان ہو، پھر وہ آرام لینے کے لئے سر رکھ کر لیٹ جائے اور پھر اسے نیند آ جائے پھر اس کی آنکھ کھلے تو دیکھے کہ اس کی اونٹنی پورے سامان سمیت غائب ہے پھر وہ اس کی تلاش میں سرگرداں ہو، یہاں تک کہ گرمی اور پیاس کی شدت سے جب اس کی جان پر بن آئے مایوس ہو کر اپنے بازو پر سر رکھ کر مرنے کے لئے لیٹ جائے، پھر اچانک اس کی آنکھ کھلے تو وہ دیکھے کہ اس کی اونٹنی مع سامان اس کے پاس موجود ہے تو جتنا خوش یہ مسافر اپنی اونٹنی کے ملنے سے ہو گا خدا کی قسم! مومن بندے کی توبہ کرنے سے اللہ اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے"(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ کی ذات میں اپنے بندوں کے لئے اس سے زیادہ پیار اور رحم ہے جتنا کہ ایک ماں میں اپنے بچے کیلئے ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم، صحیح بخاری)

ایمان لانے کا ہماری ذات اور ہماری اولاد پر اثر

(مرسلہ: مدثر حسن بخاری ایڈووکیٹ-ملتان)

عموماً لوگ اپنی ذات سے زیادہ اپنی اولاد کے مستقبل کو تابناک بنانے کے لئے بہت سے غلط کام کرتے ہیں آپ جس سے بھی یہ بات کریں گے وہ یہی کہے گا کہ میں ساری جدوجہد بیوی بچوں کیلئے کرتا ہوں اپنی جان پر دُکھ اٹھاتا ہوں حکمت اور تدبیر سے کماتا ہوں رشوت لیتا ہوں، حکومت کا ٹیکس بچاتا ہوں خریداروں کو دھوکا دیتا ہوں مزدوری کم دیتا ہوں کام کم کر کے مزدوری زیادہ لیتا ہوں زیادہ منافع کماتا ہوں لیکن اس سے پوچھا جائے کہ تم میں تو اہلیت ہے صلاحیت ہے قابلیت ہے تم اس کے ذریعہ دوسروں سے زیادہ کما لیتے ہو اپنی حکمت عملی اور تدبیر سے اپنے حق سے زیادہ لے جاتے ہو لیکن جب تمہاری کم عقل اولاد کو دوسرے لوگ اسی طرح لوٹ کھسوٹ کر زیادہ منافع کما لے جائیں گے تو کیا تمہارا دل نہیں دُکھے گا جو شخص آج رشوت لے گا اس کی اولاد کو کل رشوت دینی ہوگی جو شخص آج مہنگا مال بیچے گا اس کی اولاد کو کل مہنگا مال خریدنا پڑے گا جو شخص آج ملاوٹ والا اور گھٹیا مال سپلائی کرے گا اس کی اولاد کو کل ویسا ہی یا اس سے بھی خراب مال مہیا ہوگا۔ یہ ایک روش ہے جو جاری رہے گی کیونکہ تخریب کی جو بنیاد ڈالی جائے گی نسلاً بعد نسل اسی پر عمارت بنتی رہے گی تو معلوم یہ ہوا کہ ہم اپنی اولاد سے بہتری یا ہمدردی نہیں کر رہے بلکہ ان کے لئے گڑھا کھود رہے ہیں ان کی تخریب اور معاشرے کی تباہی کا بیج بو رہے ہیں اگر آہستہ آہستہ سب لوگ اس نکتے کو سمجھتے جائیں اور معاشرے میں بیماریاں پیدا کرتے جائیں۔ کوئی کسی کا حق نہ مارے کوئی زائد منافع نہ لے غلط ذریعہ اور جھوٹ سے کمائی نہ کرے۔ رشوت نہ لے حق سے زیادہ مزدوری نہ لے کم کام نہ کرے تو پھر ایسا نظام جاری ہو جائے گا کہ جس میں کوئی کسی کی مزدوری نا اہلی اور کم قابلیت سے نا جائز فائدہ نہیں اٹھائے گا۔ ہر صاحب ایمان کو ذاتی آزمائش کا تو سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن اس کے صحیح عمل سے جو نظام قائم ہوتا ہے اس سے ممکن ہے کہ

اُس کی اپنی زندگی میں بھی آرام وسکون حاصل ہو ورنہ آئندہ نسل کے لئے ضرور ایک اچھا معاشرہ پیدا ہو جائے گا۔ایمان ویقین ہی زندگی کی مشین کو صحیح رُخ سے متحرک رکھتے ہیں۔ایمان یقیناً انسان کو تخریبی کاموں سے روکتا اور تعمیری کاموں پر آمادہ کرتا ہے فرض کیجئے کہ آپ کوئی روز کا فاقہ ہے اسی حالت میں ایک شخص آپ کے سامنے لذیذ کھانا لا کر رکھ دیتا ہے کھانے کی خوشبو سے آپ کے منہ میں پانی آرہا ہے لیکن وہ آپ کو بتاتا ہے کہ باورچی نے اس میں نمک کی بجائے سنکھیا ڈال دیا ہے کیا آپ اسے کھائیں گے یقیناً نہیں خواہ آپ بھوک سے کتنے ہی بیتاب اور نڈھال ہو رہے ہوں آپ زہر آلود کھانا کھانے پر ہرگز آمادہ نہ ہوں گے کیونکہ آپ کو یقین ہے کہ سنکھیا باعث ہلاکت ہے اور سنکھیا ملا ہوا کھانا زندگی کو ختم کر دیتا ہے یہی یقین آپ کو زہر کھانے سے روکتا ہے اب یہ کہنے کے بجائے کہ اس غذا میں سنکھیا ملی ہوئی ہے اگر یہ کہہ دیا جاتا کہ یہ غذا ''مال حرام'' سے تیار کی گئی ہے تو کیا اس وقت بھی ہم اسی طرح ہاتھ کھینچ لیں گے جس طرح زہر کا نام سن کر کھینچ لیا تھا عام طور پر ایسا نہیں ہوتا اس لئے کہ اس پر تو ہمیں پورا یقین ہے کہ سنکھیا مہلک ہوتی ہے لیکن اس پر ہمارا پورا ایمان نہیں ہوتا کہ مال حرام بھی مہلک ہوتا ہے حالانکہ حرام مال فرد اور معاشرے کو اسی طرح ہلاک کرتا ہے جس طرح زہر آلود غذا افراد کو اگر چہ یہ ہلاکت فوری نہیں تدریجی ہوتی ہے۔

عقیدہ یا ایمان خارجی قانون کے بغیر بھی نتیجہ خیز ہوتا ہے فرض کیجئے ایک نوجوان ہے نہایت بدنام بدمعاش عیاش بدکردار ہوا وہوس کا پرستار جنسی لذت کا شکار۔کوئی لڑکی اس کے ہاتھوں اپنی عزّت محفوظ نہیں سمجھتی اس لڑکے کی ایک ہمشیرہ ہے نوجوان خوبصورت ناکتخدا وہ دونوں ایک کمرے میں رہتے ہیں اور وہیں راتوں کو سوتے بھی ہیں عورت ہونے کے ناتے اس لڑکی اور ان لڑکیوں میں کوئی فرق نہیں جن کے پیچھے یہ مارا مارا پھرتا ہے لیکن راتوں کی تنہائیوں اور تاریکیوں میں بھی وہ اپنی بہن کی طرف کبھی نگاہ بد سے نہیں دیکھتا ایسا کیوں؟ اس لئے کہ اس کے دل میں یہ خیال پختہ عقیدے کی شکل اختیار کر چکا ہے کہ بہن کے ساتھ جنسی تعلقات کسی طرح

مناسب نہیں اس لڑکے کے ہاتھوں اس کی بہن کی عصمت ہمیشہ محفوظ رہتی ہے۔اس کے لئے نہ کسی قانون کی ضرورت ہے نہ کسی سپاہی کی حاجت اس کی یہ اندرونی کیفیت خارجی اسباب کے بغیر ہی اس لڑکی کی عصمت کی حفاظت کرتی ہے نہ صرف یہ بلکہ اگر کوئی اس کی بہن پر غلط نگاہ ڈالے تو وہ جذبہ غیرت سے اس کی آنکھ نکال لینے پر آمادہ ہو جاتا ہے اوراس کی عصمت کو خطرے میں دیکھ کراس کی حفاظت کے لئے اپنی جان بھی قربان کرسکتا ہے یا دوسرے کا خون بھی بہا سکتا ہے پس کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ حقیقی معنی میں ایمان لاکر اپنے نفس میں یہ تغیر پیدا کیا جائے کہ جس طرح ہم اپنی بہن کی حرمت کے قائل ہیں اس طرح ہرلڑکی کی حرمت ہمارے عقیدے و عمل میں شامل ہو جائے اورجس طرح ہم سنکھیا کواپنی جان کے لئے مہلک سمجھتے ہیں اس طرح یہ بھی سمجھیں کہ حرام کمائی سے تیار کردہ ہر کھانا ایمان میں ضعف پیدا کرتا ہے اور رفتہ رفتہ معاشرے کو تباہ کردیتا ہے۔ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہیئے کہ کیا واقعی کائنات کے قانون مکافات کو مانتے ہیں؟ اگر مانتے ہیں تو وہ کام کیوں کرتے ہیں جس سے خدا نے واضح طور پر ہمیں روکا ہے ہمیں سنجیدگی سے اس پر غور کرنا چاہیئے کہ اس چند روزہ زندگی میں ہم نے کس طرح ملاوٹ رشوت، چوربازاری ،گراں فروشی، ریا، فریب، کذب، ظلم ناپ تول میں کمی اور ہر قسم کی ذاتی مفاد پرستی کو روزمرہ کا مشغلہ بنالیا ہے اور ہمیں کبھی خیال بھی نہیں آتا کہ یہ زہر یلا بلکہ آتشیں لقمہ نگلنے کا کیا نتیجہ نکل رہا ہے اوراس کے اثرات کتنے بڑھتے جارہے ہیں۔

فرامین خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ (اقتباس چراغ راہ)

جو لقائے ربانی اور قرب باری تعالیٰ کا مقصد سامنے رکھ کر سلوک طے کرتے ہیں ان کو ہر ہر قدم پر خانگی، معاشرتی اور مالی رکاوٹوں اور حادثات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ ان کیلئے جب تک قوت برداشت بدرجہ کمال حاصل نہ ہوجائے راہ سلوک میں دوقدم آگے بڑھنا بھی ناممکن ہوجاتا ہے۔

بیماردل کی علامات اوراس کا علاج

(نادیہ طالب)

قلب ،فواد یا دل انسان کے جسم کا سب اہم جزو اوراسرارِالٰہی کا مرکز ہے ۔دل کو اللہ تعالیٰ نے اپنی فطرت پر پیدا کیا ہے ۔ دِل کو گوشت کا ٹکڑا تصور نہ کرو بلکہ جوہر نفس ہے جو حقیقت انسانیہ ہے ۔دل اپنی ذات میں پاکیزہ اورنورانی ہےاس پر زنگ اورمیل کچیل نفس امّارہ کی وجہ سے آجاتا ہے ۔تھوڑی سی صفائی سے اپنی اصل صورت میں اور حالت کی طرف لوٹ کر آسکتا ہے ۔اہل تصوّف دِل کی اصلاح کومقدم رکھتے ہیں ۔مولانا رومؒ کے نزدیک قلب کی اصلاح ہی اصل روحانیت ہے ۔گناہ ومعصیت سے دل بیمار ہوجاتا ہے جب انسان کا دل بیمار ہوتا ہےتو وہ بارگاہ ایزدی میں حاضر ہونے سے قاصر رہتا ہےاورقرب الٰہی سے یکسرمحروم رہتا ہے جب دل بیمار ہوتا ہےتو اسکی بصیرت باطنی وبصیرت دینی میں کمی واقع ہوجاتی ہے پھر وہ رشدو ہدایت کی معرفت سے لابلد ہوجاتا ہےاورحق کاادراک نہیں کرسکتا۔اللہ اورسفر آخرت سے بھٹک کر باطل پرستوں کا راستہ اختیار کرلیتا ہےاوردنیا کی چند روزہ زندگی پرقانع ہوجاتا ہےاسکی ساری تگ و دو دنیا ہی کیلئے ہوکر رہ جاتی ہے ۔اللہ تعالیٰ کی راہ سے بالکل غافل ہوجاتا ہےاوراسکے روبروپیش ہونے کی تیاری سے پہلوتہی کرتا ہے ۔انسان کوکیسے پتا چلے کہ اس کادل بیمار ہے؟اس سلسلہ میں حافظ ابن قیمؒ نے کچھ ہدایات بتائی ہیں وہ فرماتے ہیں:۔

پہلی علامت:

یہ ہے کہ جب انسان فانی چیزوں کوباقی چیزوں پرترجیح دینے لگےتو وہ سمجھ لے کےمیرا دل بیمار ہے مثلاً دنیا کا گھر اچھا لگتا ہےمگرآخرت کا گھر بنانے کی فکرنہیں ہے ۔دنیا میں عزت مل جائےمگرآخرت کی عزت یا ذلت کی سوچ دل میں نہیں ۔دنیا میں آسانیاں ملیں مگرآخرت کے عذاب کی پرواہ نہ ہو۔صحابہ کرامؓ دُعا کیا کرتے تھے۔ اللهُمّ لا عيشه اِلّا عيش الآخرة.

دوسری علامت: یہ ہے کہ جب انسان کو قساوتِ قلبی کی وجہ سے رونا نہ آئے یعنی رقتِ قلبی نہ رہے تو وہ سمجھ لے کہ دل سخت ہو چکا ہے۔ کبھی کبھی انسان کی آنکھیں روتی ہیں اور کبھی کبھی انسان کا دل روتا ہے۔ دل کا رونا آنکھوں کے رونے پر فضیلت رکھتا ہے۔ دل کا رونا ہو یا آنکھوں کا رونا توبہ کے دروازے کھولتا ہے اور اللہ کے ہاں قبولیت کا باعث ہوتا ہے۔

تیسری علامت: یہ ہے کہ ہر وقت مخلوق سے ملنے کی تو تمنا ہو لیکن اسے اللہ رب العزت سے ملنا یاد ہی نہ ہو تو سمجھ لے کہ یہ میرے دل کیلئے موت ہے۔

چوتھی علامت: چوتھی علامت یہ ہے کہ جب انسان کا نفس اللہ ربّ العزت کی یاد سے گھبرائے اور مخلوق کے ساتھ بیٹھنے سے خوش ہو تو یہ بھی دل کی موت کی پہچان ہے اللہ کی یاد سے گھبرانے کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان کا دل تسبیح پڑھنے اور مراقبہ کرنے سے گھبرائے اس کے لئے مصلّے پر بیٹھنا بوجھ محسوس ہوتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ مومن مسجد میں ایسے ہوتا ہے جیسے مچھلی پانی میں ہوتی ہے اور پانی کے باہر تڑپتی ہے جبکہ منافق آدمی ایسے ہوتا ہے جیسے کوئی پرندہ پنجرہ میں قید ہوتا ہے اور باہر نکلنے کیلئے بے تاب ہوتا ہے۔ اگر بندے کا اللہ کے ساتھ تعلق دیکھنا ہو تو ذاکر مصلّے پر اس طرح سکون کے ساتھ بیٹھتا ہے جس طرح بچہ ماں کی گود میں سکون کے ساتھ بیٹھتا ہے۔ اللہ والوں کی یادِ خدا میں کچھ کیفیت یوں ہوتی ہے۔

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کئے ہوئے

تصفیہ قلب:

انسان کا کمال یہی ہے کہ اس کا قلب و باطن، رضاالٰہی کے حصول کے افکار و خیالات سے لبریز ہو اور منزل مقصود تک رسائی کے راستوں پر غور و فکر سے معمور ہو۔ جہاں تک ممکن ہو کسی بیہودہ خیال کو دل میں گھسنے نہ دے تا کہ دل حقائق کا مظہر بن سکے اور کشف و وجدان کے قابل ہو سکے۔

بیعت کی ضرورت واہمیت: بیمار دل کا علاج

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔ کیونکہ نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے سے انسان کے اندر نیکی آتی ہے اور ان کے باطنی اسرار منتقل ہوتے ہیں۔ ان حضرات کے دل خدا کے نور سے روشن ہوتے ہیں ان کے پاس رہنے سے نور آتا ہے جب نور آتا ہے تو ظلمت جاتی ہے۔ اہل اللہ کے دلوں میں اللہ کی محبت ٹھاٹھیں مار رہی ہوتی ہے جو منعکس اور منتقل ہوتی ہے شیخ رسول پاک ﷺ کا نائب ہے شیخ کے اندر جو چیز ہے وہ آہستہ آہستہ مرید کے اندر بھی آئے گی وہ اپنے شیخ سے اعتقاد کے وسیلہ سے اس کے کمالات حاصل کرلیتا ہے، اخلاق و عادات میں اس کا اتباع کرتا ہے اور اس میں عمل کا شوق بڑھتا ہے۔ مشائخ اعمال صالح کی وجہ سے بابرکت ہوتے ہیں اور ان کی تعلیم بھی بابرکت ہوتی ہے۔

کیمیا نظر ان حضرات کا دیکھ لینا کافی ہوجاتا ہے، مرید صادق کو پیر کی خاموشی سے اس کی گفتگو کی نسبت زیادہ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ سلوک طریق پیر کی متابعت کے سوا محال ہے۔ مرید اور شیخ میں ایک روحانی رشتہ قائم ہوتا ہے، جس طرح جسمانی ولادت میں بیٹا باپ کا ایک حصہ ہوتا ہے اسی طرح مرید کی روحانی ولادت کا آغاز ہوتا ہے۔ اہل باطن مشائخ کسی مخلص انسان کی طرف نگاہ کرتے ہیں تو اپنی بصیرت کی بدولت اسے راست باز انسان بنا دیتے ہیں مرید میں خدا داد قابلیت کا فوراً انکشاف کر لیتے ہیں ایک ہی نگاہ میں اسے روحانی زندگی عطا کردیتے ہیں۔ شیخ کی بات سے سکون ملتا ہے دنیا داروں کے کلام سے دل میں انتشار پیدا ہوتا ہے اگر کسی کا دل پتھر ہو تو کسی صاحب دل کے پاس بیٹھے تو گوہر بن جاتا ہے۔

ہر آں کارے کہ بے استاد باشد
یقین دانی کہ بے بنیاد باشد

(ہر وہ کام جو بے استاد ہوتا ہے یقین کرلو کہ وہ بے بنیاد ہوتا ہے)

ایک مثال سے آپ کو سمجھاتے ہیں ایک طالبعلم امتحان کے پیپر دے رہا ہے جب وہ اپنا پیپر حل کر لیتا ہےتو اس طالب علم کی نظر میں وہ سوفیصد ٹھیک ہوتا ہے۔ اگر اسے پتہ ہو کہ میں غلط لکھ رہا ہوں تو وہ لکھے ہی کیوں۔ وہ تو بیچارہ ساری ساری رات جاگ کر پڑھتا رہا وہ اپنی دانست میں کیوں غلط لکھے گا وہ تو چاہے گا کہ مجھے نمبر ملیں وہ جب پیپر ممتحن کے حوالے کر رہا ہوتا ہےتو اس کے خیال میں وہ پیپر سوفیصد ٹھیک ہوتا ہےلیکن وہی پیپر جب استاد کے ہاتھ میں جاتا ہےتو وہ کاٹے لگانا شروع کر دیتا ہےاور کہتا ہے کہ تو نے یہ بھی غلط لکھا، یہ بھی غلط لکھا حتیٰ کہ وہ تسلیم کرتا ہے کہ واقعی مجھ سے بڑی غلطیاں ہوئی ہیں۔

بالکل اسی طرح جب انسان اپنے عملوں کو دیکھتا ہےتو اس کی نظر میں اسکے تمام اعمال سو فیصد ٹھیک ہوتے ہیں لیکن جب وہ شیخ کے پاس جاتا ہےتو وہ اسے بتاتا ہے کہ میاں! تمہارے اس عمل میں عُجب تھا، اس میں تکبر تھا، اور اس میں ریا کاری تھی۔ بیمار دل کی اصلاح کوئی معمولی کام نہیں اور نہ ہی اس کے لئے وقت کا تعین کیا جاسکتا ہے یہ تو سالک کی محنت و کاوش اور اللہ تعالیٰ کے فضل پر منحصر ہے کہ وہ کتنے وقت میں کس قدر اپنے زنگ آلود دل کو پاک کرتا ہے۔

اصلاحِ نفس:

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا کہ نفس کی اصل خباثت ہےاور اللہ کی نافرمانی پر کمربستہ رہتا ہےنفس خواہشات کا گھر ہے، نفس لذتوں کا خوگر ہےنفس اپنی خواہش پوری کرنے کیلئے اسمیں رنگ بھرتا ہےاور ملمع کاری کرتا ہے۔ نفس کی مثال بچے کی سی ہے جیسے بچے کے ذہن میں کوئی چیز آ جائےتو وہ ضد کرتا ہے کہ بس مجھےتو یہی چیز چاہیےوہ اس مقصد کے لئے روتا ہےاور ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ اب وہ ہوتا بھی پیارا ہےاس طرح بندہ مشکل میں پھنس جاتا ہےبعض اوقات تو انسان اس کی خواہش کو پورا کر دیتا ہےلیکن ہر خواہش تو پوری نہیں کی جاسکتی۔ نفس کی طاقت اتنی شدید ہوتی ہے کہ وہ اپنی خواہش پوری کر کے رہتا ہےاس میں غصہ، نفرت اور سفلی اور منفی خواہشات ہیں

بندہ جس قدر اس کی منفی خواہشات کو پورا کرتا جائے گا اسی قدر اسکی روح کمزور سے کمزور تر ہوتی جائے گی حتیٰ کہ بندہ اپنے نفس کا غلام ہو جائے گا اور روح مردہ ہو جائے گی نفس کا مقابلہ کرنے کی سکت باقی نہ رہے گی پھر دل مردہ ہو جائے گا۔

شریعت کی لگام: نفس کو اتباعِ شریعت کی مشقت سے اسکی تربیت کر کے سدھارا جا سکتا ہے عبادت کی لذتوں سے آشنا کر دو، شریعت کی لگام دو یہ خود بخود دستور جائے گا۔ اگر انسان عبادات میں غفلت کرے تو یہ شیر کی طرح حملہ آور ہو کر دل پر تسلط جما لیتا ہے جب نفس شر کیلئے حرکت کرتا ہے تو دل پر ظلمت پھیل جاتی ہے شیطان ظلمت کو دیکھ کر گناہ کی طرف ترغیب دیتا ہے اور پھر ظلمت زدہ دل پر حکومت کرتا ہے اور حکم چلاتا ہے۔ اللہ ربّ العزت سے نفس کی اصلاح کے لئے دعا مانگتے رہو۔

ذکر و سلوک کا مقصد ذکر کی لذتیں حاصل کرنا نہیں ہوتا ہے بلکہ ہمارے مشائخ ہمیں لذتوں کا خوگر نہیں بناتے بلکہ سنتوں کی پیروی کرنے والا بناتے ہیں۔ گویا وہ ہمیں سکھاتے ہیں کہ نفس ایک منہ زور گھوڑا ہے اس کو شریعت کی لگام دے دو۔ جب شریعت کی لگام سے یہ قابو میں آتا ہے پھر اس پر سواری کرو اور اللہ کے قرب کے مقامات کی سیر کرو۔

شیطان: شیطان کا قابو ان لوگوں پر ہے جو ایمانِ حقیقی کی چاشنی سے خالی ہوں نظر بد، حرام کلام، حرام طعام اور لوگوں کے ساتھ زیادہ اختلاط سے شیطان انسان پر غلبہ پا لیتا ہے اس کے برعکس حاملِ قرآن، تہجد گزار، عادل حکمران، نیک عالم اور سچے تاجر سے یہ ڈرتا ہے۔ جب مومن ذکر میں مشغول ہوتا ہے تو شیطان کو ذلت کے ساتھ واپس ہونا پڑتا ہے۔ وساوس شیطانیہ سے بچنے کا سب سے بڑا آلہ اللہ کا ذکر ہے کیونکہ یہ روزِ اوّل سے دن رات اپنے کام میں مشغول ہے کہ وہ نفس کی کھیتی میں بیج بوتا ہے نفس میں منفی خواہش کو جنم دے گا اور اسکو دلکش بناتا جائے گا اس کے برعکس ذکر و فکر کرنے والا سالک اپنی روحانی طاقت سے مقابلہ کرتا جائے گا آخر کار نفس کی خواہش پوری نہ ہو سکے گی۔ اسطرح نفس کی تطہیر و تزکیہ ہو جائے گا۔

انسان کا روحانی وجود

(پروفیسر شبیر شاہد ہوتوانی توحیدی۔چوک اعظم)

انسان دو چیزوں کا مرکبّ ہے۔مادّی وجود اور دوسرا روحانی وجود۔مادی وجود فانی ہے جبکہ روح ایک ازلی اور ابدی حقیقت ہے جو ربّ العالمین کا امــــر ہے۔انسان کا جسم عالم خلق میں سے ہے اور روح عالم اَمر میں سے۔گویا انسان دونوں عالم کا مجموعہ ہے۔جسم کی حیثیت سواری کی مانند ہے اور روح سوار کی مانند،جسم مکان کی مانند اور روح مکیں کی مانند ہے روح اصلی انسان ہے۔انسان اپنے ظاہری جسم کی صفائی ستھرائی،آرائش و زیبائش لباس وغیرہ کی طرف خصوصی توجہ دیتا ہے اور اس پر بہت سی دولت خرچ کرتا ہے محنت و مشقت و خوراک وغیرہ کا خصوصی اہتمام کرتا ہے کہتا ہے" جان ہے تو جہان ہے" یعنی ظاہری صحت و تندرستی کیلئے انواع و اقسام کی غذا و خوراک کی طرف اور ہر چیز کا خصوصی خیال کرتا ہے کہیں بیمار نہ ہو جاؤں اس کے برعکس انسان نے اپنے اصلی وجود" روح " کی طرف کبھی نہ توجہ کی اور نہ کبھی اس کے سدھارنے کے بارے میں سوچا۔حالانکہ روح کی اہمیت ہمارے ظاہری جسم سے زیادہ ہے کیونکہ روح کا وجود اول ہے اور جسم کا وجود اس کے بعد ہے۔اب سواری کو خوب سنوارا جا رہا ہے اور سوار کی طرف کوئی توجہ نہیں ہے۔جبکہ یہ سواری سوار کی سہولت کیلئے فراہم کی گئی ہے۔اب ایسے شخص کو کون سمجھدار اور باشعور سمجھے گا جو اصل کو چھوڑ کر نقل کے پیچھے بھاگے اس بات کو اسطرح بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے روح کو پیدا کیا بعد میں جسم کو۔روح کو باقی رکھنے کا وعدہ فرمایا اور ہم باقی کو چھوڑ کر فانی کو سنوارنے میں لگ گئے۔اس نکتہ کو اس مثال سے یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے ایک شخص نے طوطا پال رکھا ہے اور پنجرے میں بند کر رکھا ہے اگر وہ شخص طوطے کو چھوڑ کر پنجرے کی زیبائش و آرائش میں لگ جائے۔کبھی پنجرے کے اوپر جھالر دار قیمتی کپڑے کی چولی چڑھا رہا ہے کبھی اس پنجرے کے اوپر خوبصورت منکوں کی بنی مالا بنا کر مزین کر رہا ہے کبھی اس

کے اوپر قیمتی پرفیوم چھڑک رہا ہے ہر دوسرے دن اس کے اوپر کی چولی بدل رہا ہے۔اس کے اوپر چھوٹے چھوٹے شیشے لگا کر اسے مزید پرکشش کر رہا ہے ادھر کبھی کبھار دن میں ایک آدھ دفعہ طوطے کو خوراک بھی دیتا ہے لیکن پنجرے کی طرف بھرپور توجہ ہے۔ کچھ دنوں بعد طوطے کو غذا ،خوراک دینا بھول گیا یہاں تک اسے یکسر نظر انداز کر دیا۔ لامحالہ غذا نہ ملنے کی وجہ سے طوطا دن بدن نڈھال ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ ایک دن پنجرے کے اندر سے بدبو آنا شروع ہوگئی۔ادھر اس شخص نے پنجرے پر قیمتی سے قیمتی اور بڑھیا قسم کا پرفیوم اور عطر چھڑکا پھر بھی بدبو زائل نہ ہوئی۔ حیران ہوا کہ یہ کیا ماجرا ہے کہ یہ بدبو پرفیوم چھڑکنے کے باوجود زائل ہونے کا نام نہیں لے رہی۔ پنجرے کا دروازہ کھول کر اندر جھانکا تو طوطا غذا نہ کھلانے کی وجہ سے مر گیا تھا۔پنجرے کی ظاہری دیکھ بھال طوطے کے کسی کام نہ آئی اگر اسے بروقت غذا فراہم کی جاتی تو طوطا نہ مرتا۔ ہمارا بھی یہی حال ہے کہ ہم سفلی جسم کے لئے سب کچھ کرتے ہیں لیکن جو اندر روح (طوطا) ہے اس کی غذا اسے نہیں کھلاتے۔جس کی اصل خوراک اللہ تعالیٰ کی عبادت وطاعت وبندگی اور ذکراللہ ہے۔

دعائے مغفرت

1- گکھڑ کے بھائی طارق خضری ایڈووکیٹ کی بڑی ہمشیرہ محترمہ

2- ملتان کے بھائی ملک نذیر احمد کھوکھر کے والد صاحب

3- چوک اعظم کے بھائی عبدالرزاق کی والدہ محترمہ

4- لاہور کے بھائی خالد اسحاق کے چچا وفات پاگئے ہیں

(ان لله و انا اليه راجعون) سب بھائی مرحومین کی مغفرت کیلئے دعافرمائیں

محفلِ فقیر

مرتب :سید رحمت اللہ شاہ توحیدی

(مرکز تعمیر ملت پر ۲ ستمبر ۲۰۱۲ء کو ایک عید ملن پارٹی کا اہتمام کیا گیا جس میں قرب و جوار سے مریدین سلسلہ عالیہ توحیدیہ نے شرکت کی. اس موقع پر شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب نے جو بات چیت کی اس میں سے کچھ قارئین کے استفادہ کیلئے پیش ھے.ادارہ)

قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب نے اپنے ایک مرید کا حال دریافت کیا۔اس کی مصروفیات کے بارے میں بتایا گیا تو آپ نے فرمایا؛ ھاں! دنیا میں بڑے مسائل ہیں۔اور بھی کام ہیں دنیا میں محبت کے سوا۔بندہ مومن اللہ کی محبت کو مقدم رکھے،اُس کے احکامات کو ترجیح دے ورنہ اسکی تگ و دو دنیا ہی کی ہو کر رہ جائے گی اور اللہ پاک اس کو خوب باندھ کے رکھتے ہیں ۔فارسی کا ایک شعر ہے۔

درمیان کار دریا تختہ بندھم کردن
بآدمی گوید کہ دامن تر مکن ہوشیار بند

(تختہ کے ساتھ باندھ کر مجھے دریا کی لہروں میں پھینک دیا اور کہا کہ ہوشیار! دامن تر نہ ہونے پائے)

انسان کو خواہشات دے کر دنیا میں پھینک دیا گیا ہے۔اس کا دل موہ لینے کیلئے اور نفس کی خواہشات کیلئے قدم قدم پر گلشن کھلے ہوئے ہیں۔خوبصورت عورتیں ہیں،مرد ہیں،اور دنیا کی نعمتیں ہیں۔نفس انکی طرف لپکتا ہے۔اللہ خود فرماتا ہے کہ ہم نے تمہارے دل میں خواہش پیدا کی ہے،یہ سونے چاندی کے ڈھیر،خوبصورت عورتیں،مال،کھیتیاں،اور جانور۔یہ چیزیں تمہارے لئے خود پیدا کی ہیں۔اگر یہ نہ ہوں تو امتحان کیسا!فرمایا کہ یہ بہت اچھی ہیں لیکن ان سے بھی بہتر چیز بتاؤں!وہ آخرت کی زندگی ہے۔یہ تو سب کچھ فانی ہیں اور ختم ہو جانے والی ہیں۔

اللہ نے انسان کو صاحب اختیار و ارادہ بنایا ہے اور یہ اسکی اپنی Choice ہے کہ وہ دنیا کے پیچھے پڑتا ہے یا آخرت کیلئے محنت کرتا ہے۔ شیطان بھی بندے کو قدم قدم پر بیٹھا الجھا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں شیطان تمھارا کھلا دشمن ہے اور تم بھی اسے دشمن سمجھو اور اس سے ہوشیار رہنا اللہ نے فرمایا کہ شیطان سے پناہ مانگو۔ وہ تمہیں اس جگہ سے دیکھتا ہے جہاں سے، تم اسے نہیں دیکھ سکتے، کیسے اس پر قابو پاؤ گے؟ بندہ صرف اللہ کے فضل سے ہی بچ سکتا ہے اور اس سے بچنے کا طریقہ بھی بتا دیا کہ تعوذ پڑھا کرو۔ یہ **اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم** بہت بڑا کلمہ ہے۔ اللہ میاں پناہ دے دیتا ہے کہ ہمارے بندے نے ہماری پناہ مانگی ہے، اسے امان مل جاتی ہے۔ یہ **تعوذ اور بسم اللہ** بہت پیاری چیزیں ہیں۔ کہتے ہیں؛

ے **ب** بسم اللہ، اسم اللہ دا
اے وی گہنا بھارا ہو

ہر نیک کام اللہ کے نام سے شروع کرنا بڑی زبردست چیز ہے۔ کئی لوگ اس کا وظیفہ ۷۸٦ دفعہ کا اس کا چلہ کاٹتے ہیں۔ اس کے ۷۸٦ اعداد بنتے ہیں کہ ۷۸٦ دفعہ روز پڑھتے ہیں پھر عامل ہو جاتے ہیں۔ اس کا دم کرنے سے سب ٹھیک ہو جاتا ہے۔ ہمارے لئے تو Routine ہو گئی ہے، ہمیں ان کی Gravity محسوس نہیں ہوتی۔ شاید بابا فرید کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ بسم اللہ۔ بسم اللہ کہہ کر پانی پر چل رہے تھے۔ مرید کو کہا کہ تم نے یا فرید! یا فرید! کہنا ہے۔ تم میرے پیچھے پیچھے آؤ۔ درمیان میں پہنچ کر اسکو خیال آیا کہ بابا خود تو بسم اللہ بسم اللہ یعنی اللہ کا نام لیتا جا رہا ہے، اور مجھے اپنا نام بتایا ہے۔ اس نے بھی بسم اللہ کہنا شروع ہی کیا تھا کہ پانی میں غوطہ کھانے لگا۔ بابا نے باہر نکال کر پوچھا تیرے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ اس نے کہا بابا! تو اللہ کا نام لیتا ہے میں کیوں نہ لوں۔ اس پر بابا نے فرمایا کہ جھلیا! تجھے تو اللہ کے بارے کچھ پتہ نہیں نہ تو اس کے ساتھ تیری دوستی ہے اور نہ تار ملی ہوئی ہے۔ تجھے تو میرے نام کے ساتھ عقیدت ہے اللہ کے نام سے نہیں ہوئی۔ "جدوں اوہدے نال عقیدت ہوئے گی فیر اوہدا ناں وساں گے"

یہ بسم اللہ الرحمن الرحیم اب بھی پڑھ سکتے ہیں، وہی پانی ہے، وہی اللہ کی قوتیں ہیں۔ بات وہی عقیدے اور ایمان کی ہے۔ جب ایران فتح ہوا تو ایرانیوں نے دریا پر پل توڑ دیے۔ دریا اچھا خاصا گہرا تھا۔ سعد بن ابی وقاصؓ کی فوجیں Formation میں مارچ کرتی ہوئی جارہی تھیں آگے کمانڈر اور پیچھے فوجیں تھیں۔ پل توڑ گروہ (ایرانی) دوسرے کنارے پر بیٹھے ہوئے تھے ہنس رہے تھے کہ اب ان کے ساتھ کیا ہوگا! ۔سعد بن ابی وقاصؓ نے اپنا گھوڑا کھڑا کردیا۔ ساری فوج کھڑی ہوگئی لمحہ بھر دریا کی طرف دیکھا پھر پانی کے اندر اپنے گھوڑے ڈال دیئے اور دیکھتے ہی دیکھتے ساری فوج دریا کے پار گزر گئی۔ ادھر انہوں نے تیراندازی کی، انہوں نے بھی کی پھر اللہ نے ایرانیوں کے دل میں دہشت بٹھادی وہ یہ کہتے ہوئے بھاگ گئے کہ دیو آگئے، دیو آگئے۔

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے۔

بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

اللہ کے شیروں کو کچھ بھی پرواہ نہیں ہوتی تھی اور سمجھتے تھے کہ ہم اللہ کے سپاہی ہیں، اللہ کیلئے نکلے ہیں اور اللہ کیلئے جنگ لڑ رہے ہیں۔عقبہ بن نافعؓ جن کے نام پر طرابلس میں چھاؤنی کا نام رکھا گیا ہے۔کسی جنگل میں پڑاؤ ہوتا تو وہ اعلان کرتے کہ یہ اللہ کی فوج آرہی ہے۔جنگلی جانورو! یہ میدان خالی کردو۔تمام جنگلی جانور جنگل خالی کردیتے۔عقبہ بن نافعؓ وہی ہیں جو شمالی افریقہ میں گئے۔جب زمین ختم ہوگئی تو سمندر میں گھوڑے ڈال دیے اور کہا کہ یا اللہ تیری زمین ختم ہوگئی ہے، ورنہ آخری کونے تک گھوڑے پہنچاتا اور تیرے دین کا پیغام پہنچاتا۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جب فوج کے ہمراہ میدان جنگ پہنچے تو اس سے پہلے دریا پڑتا تھا۔کفار سمجھتے رہے کہ پار نہیں کرسکتے ان کی ہنسی اڑا رہے تھے، ادھر مسلمان فوج کے پاس روحانی وایمانی قوت تھی یہ دریا انکا راستہ کیسے روک سکتا تھا۔پانچ منٹ کھڑے رہے۔پھر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیے وہ گھوڑے پانی میں چلتے ہوئے ایسے پار آگئے جیسے خشکی پر چلتے ہیں۔حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے پار آکر پوچھا کہ کسی کا کوئی نقصان تو

نہیں ہوا؟ ایک سپاہی نے کہا کہ میرا لکڑی کا پیالہ بہہ گیا ہے۔انہوں نے دریا کو حکم دیا کہ میرے سپاہی کا پیالہ حاضر کیا جائے۔لہر آئی اور پیالہ اٹھا کر باہر پھینک گئی۔

تاریخ ایسے مسلمانوں کے کارناموں سے بھری پڑی ہے۔یہ اللہ کے سپاہی جب اللہ کیلئے میدان جنگ میں اترتے ہیں تو انہوں نے تعداد اور سامانِ حرب پر کبھی بھروسہ نہیں کیا۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے تعداد کی بنیاد پر جنگیں نہیں لڑیں۔تین سو مجاہد تین ہزار کفار پر ، چھ ہزار کے مقابلے میں ساٹھ ہزار کفار کی فوج پر حاوی رہے اور فتح یاب ہوئے۔

اللہ تک پہنچنا اتنا آسان راستہ نہیں ہے۔آخری دم تک لگے رہنا،سنوارتے رہنا ہے، دل کو بناؤ، دل کے کوڑا کرکٹ کو صاف کرو۔دل کا کوڑا غرور،غصہ،اور غیبت ہے اس کو نکالو۔ دل کو صاف کرو جیسے گھر کا کوڑا نکالتے ہیں پھر اس کو چونا کرتے ہیں۔اس دل کو نماز اور ذکر سے سفیدی کرو۔فرمایا ذکر صفائی کرتا ہے۔پہلے گند نکالو پھر صفائی کرو۔پھر اس کو اخلاق حسنہ کے پھولوں سے جن میں محبت اور صداقت سب سے عمدہ پھول ہیں،ان سے سجاؤ۔پھر دیکھو کہ اللہ دل میں کیسے نہیں آتا۔اس کے گھر کو اس قابل تو بناؤ کہ وہ آجائے۔باباجی عبدالحکیم انصاریؒ صاحب مجذوبؒ کا ایک شعر سنایا کرتے تھے:

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی
اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

اے اللہ ہم نے اپنے دل سے ہر خواہش کو نکال دیا ہے اب اس میں کسی چیز کی خواہش نہیں رہی اب اگر کوئی خواہش ہے تو صرف تیری خواہش ہے۔

باباجی قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب نے بتایا کہ انکے پوتے عبدالصبور کی کلاس میں ایک مولوی صاحب جو عارضی طور اسلامیات کی کلاس پڑھانے آئے۔شعر و شاعری کی بات ہوئی تو اپنی باری پر عبدالصبور نے محولہ بالا شعر پڑھا۔مولوی صاحب نے چونک کر کہا کہ بڑا زبردست شعر ہے۔تیرے والد کیا کرتے ہیں؟اس نے کہا کہ پولیس انسپکٹر ہیں۔کہا نہیں!پولیس والے

ایسا شعر نہیں پڑھتے! مجھے یقین نہیں آتا۔ خیر بتاؤ تو نے یہ شعر کہاں سے پڑھا ہے؟ اس نے کہا کہ میرے دادا کے ہاں اپریل میں سالانہ کنونشن / جلسہ ہوتا ہے وہاں یہ لکھا ہوا تھا۔ کہنے لگا کہ ہاں اب ٹھیک ہے۔ اس کو پرنسپل صاحب کے پاس لے گیا اور تعریف کرتے ہوئے کہا کہ بڑا اچھا لڑکا ہے، بڑا ذہین فطین ہے۔

دورانِ گفتگو باباجی نے جناب محمد یعقوب صاحب کو پنکھے کا بٹن آن کرنے کو کہا! بجلی کو کسی وقت آنا تو ہے ہی۔ دیر سے آئیگی لمبے روٹ پر چکر لگا کے تین گھنٹے بعد آتی ہے۔ یعقوب خاں صاحب نے کہا کہ آج کل لاہور میں بھی یہی حال ہے۔ باباجان نے فرمایا کہ چلو کوئی بات نہیں اب ہم عادی ہو گئے ہیں، بجلی والے خوش رہیں، ہماری سرکار خوش رہے۔ مصیبتوں اور تکلیفوں کو خوشی سے برداشت کرنا راضی برضائے الٰہی رہنا اللہ تک پہنچنے کیلئے ضروری ہے

جنہاں دُکھاں تے دلبر راضی

اُنہاں توں سُکھ واری (میاں محمد بخشؒ)

بے شک اللہ تعالیٰ فاعلِ حقیقی ہیں اگر اللہ تکلیف دے تو اس پر ہم بھی خوش ہیں۔ ہم تو حیدی راضی بہ رضا والے لوگ ہیں۔ واصف علی واصف بھی لکھتے ہیں کہ "خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اپنے نصیب پہ خوش رہتے ہیں"۔ جب بجلی نہ تھی تو زندگی میں سب چلتا تھا۔

یہ تو تراش خراش کا کام آخری دم تک چلتا رہے گا۔ یہ ابھی ٹھیک نہیں ہوا۔ اسوۂ رسول ﷺ سامنے ہو تو سفر ختم کیسے ہو سکتا ہے۔ آپ ﷺ کی ایک ہی صفت کو لے لیں، وہ ہی پوری نہیں ہوگی۔ وہ ہی نہیں ہو سکتی تو لگے رہو، جتنی عمر ہے۔ ہونا ہی یہی چاہیے کہ پورا نہ ہو سکے، جتنی مرضی عمر ہو۔ پورا ہو گیا تو بیکار ہو گیا۔ علامہ محمد اقبالؒ تو وہاں جا کے بھی راضی نہیں ہیں۔ علامہ کہتے ہیں کہ ہمیں جنت نہیں چاہیے، بے کار لوگوں کی جنت۔ وہاں پڑے رہے، روٹی شوٹی کھائی، کام کوئی نہیں، یہ بیکاروں کی جنت ہے، ہمیں نہیں چاہیے۔ وہ تو اسے بھی کہتے ہیں کہ یہ کیا زندگی ہے؟

ویلے بیٹھے، نہ کوئی کام نہ کار۔ وہاں ہر قسم کے کھانے، حوریں، شراب، دودھ کی نہریں ہیں، کام کوئی نہیں ہے۔ یہ کیا ہوا؟، چلو وہاں دنیا کے کام نہ سہی۔ ہر چیز وہاں بغیر محنت کے مل رہی ہے، ٹھیک ہے لیکن آپ کیلئے کوئی Taste تو ہونا چاہیے۔

جہاں رزق کا نام ہے آب و دانہ

میں اس دنیا سے باز آیا

جہاں روٹی پانی ہی رزق کا نام ہے میں وہاں نہیں رہنا چاہتا۔

یہ تو بے ذوق جہان ہے یہاں زندہ مت رہو جہاں خدا تو ہو لیکن شیطان نہ ہو، ایسی زندگی کا کیا فائدہ۔ جہاں آپکا کوئی ٹیسٹ نہ ہے، کوئی میدان ہی نہ ہو۔ مردِ میدان آدمی میدان ہی چاہتا ہے کہ کوئی بندہ آئے، اس سے دو دو ہاتھ کرے۔ پہلوان بھی ساری ورزشیں اسی لئے کرتے ہیں کہ اکھاڑہ ہوگا، سامنے کوئی بندہ آئے گا۔ ایک شعر شیطان کا بھی علامہؒ نے لکھا جس کا مفہوم ہے۔

یا اللہ میں تو تنگ آ گیا ہوں، کوئی بندہ مقابلے کا ملتا ہی نہیں۔ پہلے ہی وار میں چت ہو جاتا ہے۔ کوئی بندہ دے جو میرے ساتھ کشتی کرے اور مجھے گرائے اور شکست ہو جائے، شائد مجھے زندگی کا مزہ آ جائے۔ مجھے کوئی مردِ میدان نہیں ملا یہ سب تیرے کمزور بندے ہیں۔ اگر مجھے مہلت عمر دی ہے تو میرے مقابلے کا بندہ سامنے لے آ۔ پھر کہتا ہے کہ یا اللہ اب تو مجھے اُٹھا لے، میرا کام سیاستدانوں نے شروع کر دیا ہے، میری اب ضرورت ہی نہیں رہی۔

قربانی اور اس کے مسائل

(حافظ شہزاد احمد)

قربانی کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے۔ جتنی مذہب کی تاریخ یا خود انسان کی اپنی تاریخ۔ انسان نے مختلف ادوار میں عقیدت، سپردگی، جاںنثاری، عشق ومحبت، عجز و نیاز، ایثار قربانی اور پرستش وعبدیت کے جو جو طریقے رائج کیے ہیں۔ اسلامی شریعت نے انسانی نفسیات اور جذبات کالحاظ کرتے ہوئے وہ تمام طریقے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کردیے ہیں۔ دنیا کے ہر مذہب کے لوگ اپنے معبودوں کے حضور جو جان کی قربانیاں پیش کرتے تھے۔ شریعت اسلامی نے اسے اپنے خدائے واحد کے لیے خاص کرلیا اور اپنے اللہ کے سوا ہر ایک کے لیے اسکو قطعاً حرام قرار دے دیا ہے۔ قربانی کا حکم تمام الٰہی شریعتوں میں ہمیشہ موجود رہا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا :وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَارَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۔(الحج۔ 34) ترجمہ: اور ہم نے ہر امت کے لیے قربانی کا ایک قاعدہ مقرر کردیا ہے تاکہ وہ ان چوپایوں پر اللہ کا نام لیں۔ جو اللہ نے ان کو عطا فرمائے ہیں۔)

مختلف زمانوں مختلف قوموں اور مختلف علاقوں کے نبیوں کی شریعتوں میں قربانی کے قاعدے اور تفصیلات مختلف رہی ہیں۔ مگر بنیادی طور پر تمام شریعتوں میں یہ بات مشترک رہی ہے کہ جانور کی قربانی صرف اللہ کے لیے کی جائے اور اس کا نام لے کر کی جائے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا (الحج۔ 36)

ترجمہ: "پس ان جانوروں پر صرف اللہ کا نام لو"۔

قربانی حضرت ابراہیمؑ کی اس بے مثال بندگی، تسلیم و رضا کی انتہا اور حد سے بڑھے ہوئے شکر کے امتحان کی وہ یادگار ہے جس میں اپنی عزیز ترین ملکیت کو اللہ کے حضور پیش کیا۔ اس وقت دنیا کے ہر خطے اور علاقے میں مسلمان جو قربانی کرتے ہیں۔ وہ دراصل حضرت اسمٰعیلؑ

کا فدیہ ہے قرآن پاک میں اس عظیم قربانی کے واقعے کو اللہ نے اس طرح پیش فرمایا۔

ترجمہ: پس جب وہ (اسمٰعیلؑ) ان (ابراہیمؑ) کے ساتھ دوڑ دھوپ کرنے کی عمر کو پہنچے تو (ایک دن) ابراہیمؑ نے اسمٰعیلؑ سے کہا کہ اے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔غور کرو، اب کیا ہونا چاہیے۔اسمٰعیلؑ نے (بلا تامل) کہا۔ اے ابا جان! آپکو جو حکم دیا جا رہا ہے اسے کر ڈالیے۔انشاء اللہ آپ مجھے ثابت قدم پائیں گے۔آخر جب باپ بیٹے دونوں نے خدا کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا اور ابراہیمؑ نے بیٹے کو منہ کے بل (زمین) پر گرا دیا۔تو ہم نے نداء دی۔اے ابراہیم! تم نے خواب سچ کر دکھایا۔ہم احسان کرنیوالوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔دراصل یہ کھلی ہوئی آزمائش تھی۔اور ہم نے ایک عظیم قربانی فدیے میں دیکر ان (اسمٰعیلؑ) کو چھڑا لیا۔ہم نے پیچھے آنیوالی امت میں ابراہیمؑ کی یہ سنت (یادگار) چھوڑ دی۔ سلام ہے ابراہیمؑ پر ہم اپنے فدا کاروں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں بلاشبہ وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔(الصّٰفّٰت 102 تا 111)

امت مسلمہ میں قربانی کی یہ عظیم الشان یادگار حضرت اسمٰعیلؑ کا جذبہ ہے۔اللہ نے اس فدیے کے عوض اسمٰعیلؑ کی جان بخشی۔اب قیامت تک اسی تاریخ کو دنیا میں مسلمان جانور قربان کرتے رہیں گے۔قربانی کی اصل جگہ تو وہی ہے جہاں ہر سال لاکھوں حاجی اپنی اپنی قربانیاں پیش کرتے ہیں۔قربانی دراصل حج کے اعمال میں سے ایک اہم عمل ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس عظیم شرف سے ان لوگوں کو بھی محروم نہیں رکھا جو مکہ مکرمہ سے دور ہیں۔بلکہ یہ حکم عام ہے۔اور سارے صاحب نصاب مسلمانوں کے لیے ہے۔حدیث پاک میں قربانی کے بارے میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص وسعت رکھنے کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔(ترمذی، مشکوٰۃ)

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں قربانی کے تین اہم مقاصد کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ حقیقت میں قربانی یہی ہوتی ہے جو ان مقاصد کے شعور رکھتے ہوئے کی جائے۔

قربانی کے جانور خدا پرستی کی نشانی ہیں:

قرآن پاک میں فرمایا کہ **وَالْبُدْنَ جَعَلْنَا هَالَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰه.**

ترجمہ: قربانی کے اونٹوں کو ہم نے شعائر اللہ قرار دیا ہے۔(**الحج . 36**)

اس کا مطلب یہ ہے کہ قربانی کرنے والا دراصل ان جذبات کا اظہار کر رہا ہے کہ ان جانوروں کا خون درحقیقت میرے خون کا قائم مقام ہے میری جان بھی خدا کی راہ میں اس طرح قربان ہے جس طرح اس جانور کو قربان کر رہا ہے۔

قربانی اللہ کی نعمت کا عملی شکر ہے:

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ **كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ** ۔(الحج۔36) ترجمہ: اسی طرح اللہ نے ان چوپاؤں کو تمہارے لیے مسخر کردیا ہے۔تا کہ تم شکر ادا کرو۔۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو انسان کیلئے مسخر فرما کر اس پر عظیم احسان فرمایا ہے ان جانوروں سے انسان مختلف قسم کے فائدے اُٹھاتا ہے۔قرآن پاک ان فوائد اور تسخیر کا ذکر فرما کر انسان کے اندر احسان مندی کے جذبات اُبھارنا چاہتا ہے اور یہ فکر پیدا کرنا چاہتا ہے کہ جس مالک نے یہ عظیم نعمت عطا فرمائی ہے۔اِسی کے نام پر قربانی دینی چاہیے۔اس لئے قربانی خدا کی عظیم نعمت کا عملی شکر ہے۔

حضرت اُمِ سلمہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔"جس کو قربانی کرنا ہو وہ ذوالحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد نہ اپنے بال بنوائے اور نہ ناخن کٹوائے۔یہاں تک کہ وہ قربانی کرلے۔جو شخص قربانی کی وسعت نہ رکھتا ہو وہ یہی عمل کرے اس کا یہ عمل قربانی کا قائم مقام بن جائے گا۔

قربانی کے جانور: اونٹ، اونٹنی، دُنبہ، بکرا، بکری، بھیڑ، گائے، بیل، بھینس، بھینسا۔دُنبہ، بکرا، بکری، بھیڑ کی قربانی صرف ایک آدمی کی طرف سے ہوسکتی ہے۔گائے، بھینس، اُونٹ وغیرہ کی قربانی میں سات حصے ہوسکتے ہیں۔

حضورﷺ نے فرمایا: گائے سات افراد کی طرف سے اور اونٹ بھی سات افراد کی طرف سے ہے۔ (مسلم) گائے، بھینس اور اونٹ کی قربانی میں سات افراد سے کم بھی شریک ہو سکتے ہیں۔ مثلاً کوئی دو یا چار حصے کی قربانی کرے، مگر اس میں یہ بھی شرط ضروری ہے کہ کوئی حصے دار ساتویں حصے سے کم کا شریک نہ ہو ورنہ کسی کی قربانی صحیح نہ ہوگی۔

قربانی کا طریقہ اور دُعا:

جانور کو ذبح کرنے کیلئے اس طرح لٹایا جائے کہ اس کا رُخ قبلہ کی طرف رہے اور چھری تیز کر لی جائے۔ جہاں تک ہو سکے قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کیا جائے اگر کسی وجہ سے خود ذبح نہ کر سکیں تو کم از کم اس کے پاس ہی کھڑے رہیں۔

قربانی کرتے وقت **بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرْ** کہہ کر ذبح کرنے کے بعد یہ دُعا پڑھیں۔

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ وَّ خَلِیْلِکَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِمَا الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُO

ترجمہ: اے اللہ تو میری طرف سے اس قربانی کو قبول فرما۔ جس طرح تو نے اپنے حبیب حضرت محمدﷺ اور اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کی قربانی قبول فرمائی۔ دونوں پر درود وسلام ہو۔

قربانی کے دیگر مسائل:

قربانی ہر اس مسلمان عاقل، بالغ پر واجب جس کے پاس روزمرہ ضروریات سے زائد بقدر نصاب، زکوٰۃ کی قیمت کا مال موجود ہو اور اللہ تعالیٰ نے جس شخص کو مال و دولت سے نوازا ہو، وہ صرف واجب قربانی پر اکتفا نہ کرے بلکہ قربانی کا بے حد اجر و انعام پانے کیلئے فوت شدگان کی طرف سے بھی قربانی کر سکتا ہے۔ اس میں سب سے پہلے حضورﷺ کی طرف سے قربانی کریں۔ اپنے ماں، باپ، دادا، دادی دیگر رشتہ داروں اور بزرگوں کی طرف سے بھی قربانی کر سکتے ہیں۔

قربانی کیلئے بھیڑ اور بکری کا بچہ سال بھر سے کم نہ ہو اور گائے، بھینس دو سال سے کم نہ ہو

اوراونٹ جو پانچ سال سے کم نہ ہو۔اونٹ اورگائے کی قربانی کے سات حصے ہوتے ہیں۔جوافراد قربانی میں شریک ہوں تو گوشت کی تقسیم اندازے سے نہ کریں بلکہ سری، پائے، گردہ، کلیجی وغیرہ کوشامل کرکے سات حصے بنائیں۔قربانی کا گوشت غیر مسلموں کودینا بھی جائز ہے۔قربانی کی کھال کسی حاجت مند کوخیرات میں دی جاسکتی ہے یا کھال فروخت کرکے اس کی رقم بھی دی جاسکتی ہے۔ یہ ان لوگوں کودیں جن کوزکوۃ دی جاتی ہے۔قصاب کوگوشت بنانے کی مزدوری میں گوشت کھال یا رسی نہ دی جائے بلکہ مزدوری الگ دی جائے۔مسافر پرقربانی واجب نہیں۔قربانی کا وقت دسویں تاریخ سے بارھویں کی شام تک ہے۔کسی سے قرض لیکرقربانی نہ کی جائے۔یہ غیر مناسب بات ہے۔

قربانی کی اصل روح کیا ہے:

دین اسلام سے پہلے لوگ قربانی کرکے اس کا گوشت بیت اللہ کے سامنے لاکر رکھتے اوراس کا خون بیت اللہ کی دیواروں پرلگاتے تھے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:۔لَنْ یَّنَا اللّٰہُ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَاءُ ھَا وَلٰکِنْ یَّنَا لُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْo

ترجمہ! "اللہ تعالیٰ کوان جانوروں کا گوشت اورخون نہیں پہنچتا بلکہ اس کوتمہاری جانب سے تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے"۔

قربانی کاعمل اللہ کےقرب کاذریعہ ہے۔اللہ کے ہاں قربانی کے وہ جذبات پہنچتے ہیں جوقربانی کرتے وقت لوگوں کے دلوں میں ہوتے ہیں۔قربانی گوشت اورخون کا نام نہیں بلکہ اس حقیقت کا نام ہے کہ ہمارا سب کچھ اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔اللہ کی نظر میں اس قربانی کی وقعت نہیں۔ جس کے پیچھے تقویٰ کے جذبات نہ ہوں۔اللہ کے نزدیک وہی عمل مقبول ہوتا ہے جس میں تقویٰ ہو۔قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے حضورﷺ کواپنی پوری زندگی قربانی ہی میں جاری وساری رکھنے کی تعلیم دی ہے۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف



قرون اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے آمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔
سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات ،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔
زوال اُمت میں اُمراء، علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔
تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔
سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔

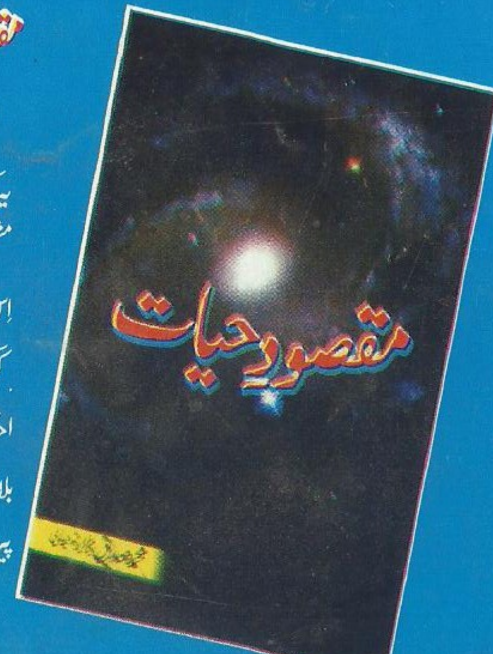


یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔



وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔
مصنفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کر دیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔

مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات

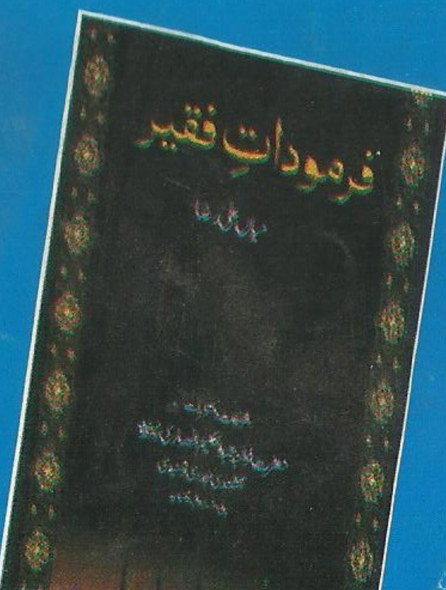


مقصودِ حیات

مصنّف: محمد صدیق ڈار توحیدی (شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ)

یہ کتاب شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب کے سالانہ خطبات پر مشتمل ہے۔ جو اُنہوں نے سلسلہ توحیدیہ کے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے۔ اِس میں تصوّف کی تعلیمات کو قرآن کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ تصوّف اسلام اور قرآن سے باہر کی کوئی چیز نہیں بلکہ یہ عین قرآن کے احکامات کا نام ہے اور قرآن جس طرح کے بندۂ مومن کی تصویر پیش کرتا ہے وہ بلاشبہ ایک سچے صوفی کا ہی روپ ہے۔ قرآن پاک کے حقیقی پیغام کو آسان پیرائے میں سمجھنے کیلئے یہ کتاب سالکانِ راہ حق کیلئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔

فرموداتِ فقیر مرتب: میاں علی رضا



بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ، خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ اور آپکے دوست اور محسن رسالدار محمد حنیف خانؒ کی سوانح حیات کیساتھ اِس کتاب میں قبلہ انصاری صاحبؒ کی مجالس کا تذکرہ اور اپنے مریدوں کو مختلف اوقات میں لکھے ہوئے خطوط شامل کئے گئے ہیں۔

قبلہ حضرت کی مجالس میں بیان کیے گئے چھوٹے چھوٹے واقعات نہایت سبق آموز اور راہ سلوک کے مسافروں کے علاوہ عام قارئین کیلئے بھی یکساں دلچسپی کا باعث ہیں۔ آپکے لکھے ہوئے جوابی خطوط میں بھائیوں کیلئے دینی و دنیاوی اور روحانی مشکلات کے حل کا سامان موجود ہے۔ نہ صرف اِن کیلئے جن کو یہ خطوط لکھے گئے بلکہ اب بھی ہر پڑھنے والے کیلئے فائدے کا سبب ہیں۔

Reg: CPL - 01
Website:www.toheedia.net